2024 - 2025 ISSUE 1

النصرت

لجنہ اماء اللہ یوکے کا ادبی، تعلیمی اور تربیتی رسالہ

لجنہ اماء اللہ امن و آشتی کی سفیر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

قَدۡ جَآءَ الدِّیۡنُ مِنَ النُّصۡرَۃِ ثُمَّ سَیَعُوۡدُ مِنَ النُّصۡرَۃِ
دین پہلے بھی نصرت ہی سے غالب آیا تھا اور اب دوبارہ بھی وہ نصرت ہی کے ذریعہ سے غالب آئے گا۔

(تذکرہ۔ ایڈیشن 2023۔ الہام مورخہ 3/ اکتوبر 1904۔ صفحہ نمبر 486)

النصرت اردو ٹیم

زیر نگرانی	ڈاکٹر قرۃ العین عینی رحمٰن صاحبہ (صدر لجنہ اماء اللہ برطانیہ) لبنیٰ سہیل صاحبہ (سیکریٹری اشاعت لجنہ اماء اللہ برطانیہ)
مجلس ادارت	قانتہ راشد صاحبہ، نصیرہ نور صاحبہ فریدہ بشارت صاحبہ، سائحہ معاذ صاحبہ، امۃ السلام خان صاحبہ
مدیرہ	صدیقہ سلطانہ
نائب مدیرہ	ستارہ جمیل، حانیہ سعید
پروف ریڈنگ	قانتہ راشد، سیدہ ثریا صادق، امۃ السلام، فائزہ فضل، حنا گوندل
ٹائپنگ	صفیہ بشیر سامی، امۃ الحی خالد، ہبہ باقی
ڈیزائن	وردہ سہیل، ماہ پارہ
مینیجر	اسماء شاہد

اس شمارہ میں تصاویر الاسلام ویب سائٹ اور کینوا پرو سے لی گئی ہیں۔

عہد لجنہ اماء اللہ

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ واحد ہے، لاشریک ہے۔ اور میں گواہی دیتی ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔

میں اقرار کرتی ہوں کہ اپنے مذہب اور قوم کی خاطر اپنی جان، مال، وقت اور اولاد کو قربان کرنے کے لیے ہر دم تیار رہوں گی۔ نیز سچائی پر ہمیشہ قائم رہوں گی اور خلافتِ احمدیہ کو قائم رکھنے کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار رہوں گی۔

ان شاء اللہ

فہرست مضامین

قال اللہ	06
قال الرّسول ﷺ	07
کلام الاِمام۔ اِمام الکلام	08
خلفائے احمدیت کی نصائح	09
امامِ وقت کی آواز	12
منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام	21
اسلام میں باہمی رواداری کی تعلیمات (ریحانہ صدیقہ بھٹی۔Newcastle)	22
محبت سب کے لیے نفرت کسی سے نہیں (سیدہ ثریا صادق۔Putney)	27
مذاہب عالم اور پردہ (امۃ السلام۔Jamia Ahmadiyya)	31
جب کلمہ فشاں ہوئی تھیں وادیاں! (صدیقہ سلطانہ۔Oxford)	34
شدید رویّے (bullying) اور ذہنی صحت (ڈاکٹر امۃ الحی خالد۔Scunthorpe)	37
ربوہ کی پیاری بستی (صالحہ وٹّینجر ۔Crawley)	44
میری ذاتی دعاؤں کی قبولیت کا واقعہ (مریم رضوان۔Wimbeldon Park)	51
میرا سفر حجاز (سعدیہ کامران۔Edinburgh)	52
نظم۔ پیاری ساجدہ (آصفہ محمدی مرزا۔Manchester East)	56
سورۃ النساء کی فضیلت (ارفع یاسر۔Oxford)	57
پاگل خانہ / زبانی باتیں (مریم مدثر۔Oxford)	60
اول انعام مقابلہ اردو تقریر بر موقع سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ 2024 (شائستہ شاہد۔Leicester)	61
جاننا اچھا ہے	63
مسکرانا چاہیے (ہبہ باقی۔Reading)	65
ایک جھلک۔ لجنہ اماء اللہ کی مصروفیات	66
(☆) اس شمارہ میں استعمال شدہ مشکل الفاظ کے معانی	70

اداریہ

محترم قارئین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

لجنہ اماءاللہ کے نئے سال 25-2024 کا پہلا النصرت رسالہ پیشِ خدمت ہے۔ اس میں یہ پیغام دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ اسلام احمدیت کی پر امن تعلیم کے تحت لجنہ اماءاللہ امن و آشتی کی سفیر بن کر معاشرہ کی تشکیل میں مضبوط کردار ادا کر رہی ہے۔

دنیا کے ہر گوشے، ہر قوم اور ہر معاشرے میں امن اور آشتی کی خواہش ایک فطری اور لازمی امر ہے۔ یہ وہ بنیاد ہے جس پر ترقی، خوشحالی اور حقیقی انسانی قدریں استوار ہوتی ہیں۔ اسلام، جو کہ امن و محبت کا دین ہے، ہمیں ہر حال میں صلح اور ہم آہنگی کی تلقین کرتا ہے۔ جماعتِ احمدیہ کا شعار بھی "محبت سب کے لیے، نفرت کسی سے نہیں" ہے، جو اس بنیادی اصول کی عکاسی کرتا ہے۔

آج کے دور میں بدامنی، انتشار، عدم برداشت اور نفرت کی فضا قائم ہے۔ معاشرتی اختلافات، نظریاتی تضادات اور ذاتی مفادات کی جنگوں نے امن کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔ ایسے میں ہم پر بحیثیت احمدی خواتین یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم امن، محبت اور رواداری کا علم بلند رکھیں۔ دعاؤں پر زور دیں مگر تدبیر کا دامن بھی کبھی نہ چھوڑیں۔ سب سے پہلے اپنے گھروں میں آشتی کی فضا قائم کریں۔ اگر ہر گھر میں محبت کا چراغ روشن ہو، تو معاشرہ خود بخود امن و آشتی کا گہوارہ بن جائے گا۔

اللہ کرے کہ ہم اپنی گفتار اور کردار سے دنیا کو دکھائیں کہ اسلام حقیقی معنوں میں امن کا مذہب ہے اور احمدیت اس کا عملی نمونہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ہمیشہ کی طرح آپ کے مضامین اور آراء کی منتظر
آپ کے پیارے رسالہ النصرت کی مدیرہ
صدیقہ سلطانہ

لکھنے کا پتہ: urdu.editor@lajnauk.org

قال اللہ

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۴﴾

اور رحمٰن کے (سچے) بندے وہ ہوتے ہیں جو زمین پر آرام سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ (لڑتے نہیں بلکہ) کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے لئے سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔

(سورۃ الفرقان:64۔اردو ترجمہ از تفسیر صغیر)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”جب کافروں اور بے دینوں اور دہریوں کو کہا جاتا ہے کہ تم رحمان کو سجدہ کرو تو وہ رحمان کے نام سے متنفر ہو کر بطور انکار سوال کرتے ہیں کہ رحمان کیا چیز ہے (پھر بطور جواب فرمایا) رحمان وہ ذاتِ کثیرُ البرکت اور مصدرِ خیراتِ دائمی ہے جس نے آسمان پر برج بنائے برجوں میں آفتاب اور چاند کو رکھا جو کہ عامۂ مخلوقات کو بغیر تفریق کافر و مومن کے روشنی پہنچاتے ہیں اسی رحمان نے تمہارے لئے یعنی تمام بنی آدم کے لئے دن اور رات بنائے جو کہ ایک دوسرے کے بعد دورہ کرتے رہتے ہیں تا جو شخص طالبِ معرفت ہو وہ اِن دقائقِ حکمت سے فائدہ اُٹھاوے اور جہل اور غفلت کے پردہ سے خلاصی پاوے اور جو شخص شکرِ نعمت کرنے پر مستعد ہو وہ شکر کرے۔ رحمان کے حقیقی پرستار وہ لوگ ہیں کہ جو زمین پر بردباری سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے سخت کلامی سے پیش آئیں تو سلامتی اور رحمت کے لفظوں سے ان کا معاوضہ کرتے ہیں یعنی بجائے سختی کے نرمی اور بجائے گالی کے دعا دیتے ہیں اور تشبہ باخلاقِ رحمانی کرتے ہیں کیونکہ رحمان بھی بغیر تفریق نیک و بد کے اپنے سب بندوں کو سورج اور چاند اور زمین اور دوسری بے شمار نعمتوں سے فائدہ پہنچاتا ہے۔

پس ان آیات میں خدائے تعالیٰ نے اچھی طرح کھول دیا کہ رحمان کا لفظ ان معنوں کر کے خدا پر بولا جاتا ہے کہ اس کی رحمت وسیع عام طور پر ہر یک برے بھلے پر محیط ہو رہی ہے۔“

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ جلد6۔ صفحہ نمبر186 تا187)

(☆اس اقتباس میں مشکل الفاظ کے معانی صفحہ نمبر70 پر دیکھیں)

قال الرّسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا شَتَمَ اَبَا بَكْرٍ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْجَبُ وَيَتَبَسَّمُ فَلَمَّا اَكْثَرَ رَدَّ عَلَيْهِ بَعْضَ قَوْلِهِ فَغَضِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَامَ فَلَحِقَهُ اَبُو بَكْرٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَانَ يَشْتُمُنِيْ وَاَنْتَ جَالِسٌ فَلَمَّا رَدَدْتُ عَلَيْهِ بَعْضَ قَوْلِهِ غَضِبْتَ وَقُمْتَ قَالَ اِنَّهُ كَانَ مَعَكَ مَلَكٌ يَرُدُّ عَنْكَ فَلَمَّا رَدَدْتَ عَلَيْهِ بَعْضَ قَوْلِهِ وَقَعَ الشَّيْطَانُ فَلَمْ اَكُنْ لِاَقْعُدَ مَعَ الشَّيْطَانِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیں جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تعجب کرتے اور مسکراتے رہے۔ جب اس شخص نے بہت زیادہ گالیاں دیں تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کی ایک آدھ بات کا جواب دیا۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم غصہ ہوئے اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے گئے اور عرض کیا: ”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ مجھے گالیاں دے رہا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، لیکن جب میں نے اس کی ایک آدھ بات کا جواب دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے اور اٹھ کھڑے ہوئے۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تمہارے ساتھ ایک فرشتہ تھا جو تمہاری طرف سے جواب دے رہا تھا۔ لیکن جب تم نے خود جواب دیا تو شیطان آ گیا، اور میں شیطان کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتا۔“

(مسند احمد بن حنبل۔ جلد 3۔ صفحہ نمبر 177)
(بحوالہ https://www.alislam.org/urdu/khutba/2004-02-20/)

کلامُ الاِمام ۔اِمامُ الکلام

صبر کی تلقین

حضرت اقدس علیہ السلام نے قبل از نمازِ ظہر بڑی لطیف تقریر فرمائی اور مولانا عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

”جو کچھ ہو رہا ہے ارادۂ الٰہی کے موافق ہو رہا ہے۔ ضروری تھا کہ یہ لوگ اپنے ہاتھوں سے اُن آثار کی صداقت پر مہر لگا دیتے جن میں لکھا ہے کہ مہدی موعود کے وقت بڑا شور برپا ہو گا اور اس کو سلف و خلف کے عقائد کے خلاف باتیں بنانے والا کہہ کر کافر ٹھہرایا جائے گا۔ اس وقت ہمارے احباب کو ایسا ہی صبر کرنا چاہیے جیسا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے مکہ معظّمہ میں کیا۔ کوئی حرکت ان سے ایسی سرزد نہ ہوئی جو انہیں حُکّام تک پہنچاتی ۔ اس وقت کسی پر بھروسا نہ کریں کہ فلاں شخص ہماری مدد کرے گا۔ یاد رکھیں! اس وقت خداوند جلّ وعَلا کے سوا کوئی ولی و نصیر نہیں۔“

(ملفوظات۔ جلد دوم۔ ایڈیشن 2022۔ صفحہ نمبر 4 تا 5۔ بتاریخ 9 ستمبر 1900)

(☆اس اقتباس میں مشکل الفاظ کے معانی صفحہ نمبر 70 پر دیکھیں)

خلفائے احمدیت
کی نصائح

خلیفۃ المسیح الاوّل حضرت مولوی حکیم نور الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"گالی کا جواب گالی، یہ جوانمردی کی بات نہیں۔ جو ایک گالی پر صبر نہیں کرتا اُسے آخر پھر گالیوں پر صبر کرنا پڑتا ہے۔ اختلاف تو بے شک ہوتے ہیں کیونکہ ہماری فطرتوں میں اختلاف ہے مگر عباد الرحمٰن کا طریق یہ ہے کہ وہ دنیا میں اپنی روش سکینت، وقار کی رکھتے ہیں۔ تکبر وتجبر وعصیان سے کام نہیں لیتے۔ بھاری بھر کم رہتے ہیں۔ وہ ہر معاملہ میں صبر، عاقبت اندیشی سے کام لیتے ہیں۔۔۔ رحمٰن کے پرستار، رحمٰن کے پیارے وہ ہیں جو سخت بات سننے پر سلامتی کی راہ اختیار کرلیتے ہیں۔"

(خطباتِ نور۔ صفحہ نمبر576 تا577)

خلیفۃ المسیح الثانی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

27دسمبر 1938ء کو جلسہ سالانہ کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے خواتینِ جماعت احمدیہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

"تم اَور حکومتوں میں تو کہہ سکتی ہو کہ اگر بچوں کی خدمت میں لگی رہیں گی تو ہم تاجر کیسے بنیں گی۔ اگر اُن کی تربیت میں ہی لگی رہیں تو وزیر، وکیل اور جرنیل کیسے بنیں گی اور دُنیا میں امن قائم نہیں کر سکتیں۔ لیکن تم اسلام میں رہ کر یہ نہیں کہہ سکتیں۔ بے شک تم عیسائی قوم کو اس کا جواب نہیں دے سکتیں لیکن اسلام نے تو تمہارا یہ اعتراض دُور کر دیا ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ اگر تمہارا بیٹا جرنیل بنے گا اور وزرات کے کام کر کے دُنیا میں امن قائم کرے گا تو اس کا ثواب بھی تم کو ملے گا کیونکہ یہ تم ہی تھیں جس نے ایسا بیٹا بنایا جس نے دنیا میں کارہائے نمایاں کیے۔ غرض جس جنت کا تمہارا بیٹا وارث ہو گا اُسی جنت کی اسلام نے تم کو حقدار ٹھہرایا ہے۔"

(الازہار لذوات الخمار۔ حصہ اول۔ صفحہ نمبر322 تا323)

خلیفۃ المسیح الثالث حضرت مرزا ناصر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”مذہب کا تعلق دل سے ہے اور دل جبر سے یا قوت کے بل پر بدلا نہیں جا سکتا۔ ساری دنیا کے ایٹم بم مل کر بھی ایک دل کو بدل نہیں سکتے۔ دل ہمیشہ کسی عقیدہ کے باطنی حسن اور خوبی سے بدلتے ہیں یا محبت اور پیار اور بے لوث خدمت سے۔ اسلام نہ پہلے تلوار سے پھیلا تھا اور نہ اب تلوار یا فوجی قوت سے پھیلے گا۔ پہلے بھی دین حق کے حسن نے دلوں کو مسخر کیا تھا اور اب بھی اُس کا اپنا حسن نوعِ انسانی کے دلوں کو مسخر کر کے ان پر فتح حاصل کرے گا اور ہر قوم اور ہر ملک کے لوگ خود بخود اس کی طرف کھینچے چلے آئیں گے ۔۔۔ ہم پُر امن تبلیغ و اشاعت کے ذریعہ اور محبت و پیار اور بے لوث خدمت کے ذریعہ اسلام کو دنیا میں پھیلانے میں کوشاں ہیں اور اس میں رفتہ رفتہ کامیابی ہو رہی ہے۔ ایک وقت آئے گا کہ تمام نوع انسانی اسلام کے حسن کی گرویدہ ہو کر اس کی طرف کھنچی چلی آئے گی اور دین واحد پر جمع ہو کر اُمتِ واحدہ کی شکل اختیار کر لے گی۔“

(حیاتِ ناصر۔ جلد اول۔ صفحہ نمبر 661)

خلیفۃ المسیح الرابع حضرت مرزا طاہر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”احمدی خواتین کا فرض ہے خواہ وہ مشرق میں بسنے والی ہوں یا مغرب میں بسنے والی ہوں کہ اپنے گھروں کو اسلامی (سچّے دینی۔۔ ناقل) گھروں کا ماڈل بنائیں تاکہ باہر سے آنے والے جب ان کو دیکھیں تو ان کو پتہ لگے کہ انہوں نے کیا حاصل کیا ہے اور تمام دنیا میں وہ ایسے پاک نمونے پیش کریں جس کے نتیجے میں بنی نوع انسان دوبارہ گھر کی کھوئی ہوئی جنّت کو حاصل کر لیں ۔۔۔ آپ گھروں کی تعمیرِ نو کی کوشش کریں۔ اپنے گھروں کو جنّت نشان بنائیں۔ اپنے تعلقات میں انکسار اور محبت پیدا کریں۔ ہر اُس بات سے احتراز کریں جس کے نتیجے میں رشتے ٹوٹتے ہوں اور نفرتیں پیدا ہوتی ہوں۔ آج دنیا کو سب سے زیادہ گھر کی ضرورت ہے اس کو یاد رکھیں اور یہ گھر اگر احمدیوں نے دنیا کو مہیّا نہ کیا تو دنیا کا کوئی معاشرہ بنی نوع انسان کو گھر مہیّا نہیں کر سکتا۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔“

(حوّا کی بیٹیاں اور جنت نظیر معاشرہ۔ صفحہ نمبر 60 تا 61)

امام وقت کی آواز

اللہ تعالیٰ کی خاطر کسی کو معاف
کرو گے تو اللہ تعالیٰ دنیا میں
تمہاری عزت پہلے سے زیادہ
قائم کرے گا

خطبہ جمعہ 20 فروری 2004

بیان فرمودہ حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

خلیفۃ المسیح الخامس حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ 20 فروری 2004 کو تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد سورۃ اٰل عمران کی آیت 135 کی تلاوت فرمائی۔ اس آیت کے حوالہ سے معاشرہ میں امن و آشتی کی فضا قائم کرنے کے لیے اپنا غصہ دبانے اور ایک دوسرے کو معاف کرنے کے بارہ میں فرمایا:

”معاشرے میں جب برائیوں کا احساس مٹ جائے تو ایسے معاشرے میں رہنے والا ہر شخص کچھ نہ کچھ متاثر ضرور ہوتا ہے اور اپنے نفس کے بارے میں، اپنے حقوق کے بارے میں زیادہ حساس ہوتا ہے اور دوسرے کی غلطی کو ذرا بھی معاف نہیں کرنا چاہتا، چنانچہ دیکھ لیں، آج کل کے معاشرے میں کسی سے ذرا سی غلطی سرزد ہو جائے تو ایک ہنگامہ برپا ہو جاتا ہے چاہے اپنے کسی قریبی عزیز سے ہی ہو اور بعض لوگ کبھی بھی اس کو معاف کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اور اسی وجہ سے پھر خاوند بیوی کے جھگڑے، بہن بھائیوں کے جھگڑے، ہمسایوں کے جھگڑے، کاروبار میں حصہ داروں کے جھگڑے، زمینداروں کے جھگڑے ہوتے ہیں حتیٰ کہ بعض دفعہ راہ چلتے نہ جان نہ پہچان ذرا سی بات پہ جھگڑا شروع ہو جاتا ہے۔۔۔ اور معاشرے کی یہ کیفیت ہے اس وقت کہ بالکل برداشت نہیں معاف کرنے کی بالکل عادت نہیں۔۔۔ تو جب اس قسم کے حالات ہوں تو

سوچیں کہ ایک احمدی کی ذمہ داری کس حد تک بڑھ جاتی ہے۔ اپنے آپ کو، اپنی نسلوں کو اس بگڑتے ہوئے معاشرے سے بچانے کے لئے بہت کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ اور ہمارے لئے کس قدر ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم قرآنی تعلیم پر پوری طرح عمل کرنے کی کوشش کریں۔ یہ آیت جو میں نے تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو آسائش میں خرچ کرتے ہیں اور تنگی میں بھی، اور غصہ دبا جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"

حضور انور ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"۔۔۔۔ آج کل کے معاشرے میں جہاں ہر طرف نفسانفسی کا عالم ہے یہ خُلق تو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اور بھی پسندیدہ ٹھہرے گا اور آج اگر یہ اعلیٰ اخلاق کوئی دکھا سکتا ہے تو احمدی ہی ہے۔ جنہوں نے ان احکامات پر عمل پیرا ہونے کے لیے زمانے کے امام کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عفو کے مضمون کی اہمیت کے پیش نظر مختلف جگہوں پر قرآن کریم میں اس بارے میں احکامات دیئے ہیں، مختلف معاملات کے بارے میں، مختلف سورتوں میں۔ میں ایک دو اور مثالیں پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ دوسری جگہ قرآن شریف میں فرماتا ہے: خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ (سورۃ الاعراف:200)

یعنی عفو اختیار کر، معروف کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کر۔ یہاں فرمایا معاف کرنے کا خلق اختیار کرو اور اچھی باتوں کا حکم دو اگر کسی سے زیادتی کی بات دیکھو تو درگزر کرو۔ فوراً غصہ چڑھا کر لڑنے بھڑنے پر تیار نہ ہو جایا کرو اور ساتھ یہ بھی کہ جو زیادتی کرنے والا ہے اس کو بھی آرام سے سمجھاؤ کہ دیکھو تم نے ابھی جو باتیں کی ہیں مناسب نہیں ہیں اور اگر وہ باز نہ آئے تو وہ جاہل شخص ہے، تمہارے لئے یہی مناسب ہے کہ پھر ایک طرف ہو جاؤ چھوڑ دو اس جگہ کو اور اس کو بھی اس کے حال پر چھوڑ دو۔ دیکھیں کہ یہ کتنا پیارا حکم ہے اگر کسی طرح عفو اختیار کیا جائے تو سوال ہی نہیں ہے کہ معاشرے میں کوئی فتنہ و فساد کی صورت پیدا ہو۔ لیکن یہاں پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس طرح تو پھر فتنہ پیدا کرنے والے اور فساد کرنے والوں کو کھلی چھٹی مل جائے گی، وہ شرفاء کا جینا حرام کر دیں گے۔ اور شریف آدمی پرے ہٹ جائے گا۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ فساد کرنے والے معاشرے میں رہیں اور فساد بھی کرتے رہیں، ان کی اصلاح بھی تو ہونی چاہئے اگر تمہارا معاف کرنا ان کو راس نہیں آتا تو پھر ان کی اصلاح کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو بھی چھوڑا نہیں ہے دوسری جگہ حکم فرمایا ہے کہ

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۔ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۔ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ

بدی کا بدلہ اتنی ہی بدی ہوتی ہے اور جو معاف کرے اور اصلاح کو مد نظر رکھے اس کا بدلہ دینا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہوتا ہے اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ (سورۃ الشوریٰ:41)

اب ہر کوئی تو بدی کا بدلہ نہیں لے سکتا کیونکہ اگر یہ دیکھے کہ فلاں شخص کی اصلاح نہیں ہو رہی باز نہیں آ رہا تو خود ہی اگر اس کی اصلاح کی کوشش کی جائے گی تو پھر تو اور فتنہ و فساد معاشرے میں پیدا ہو جائے گا۔ یہ تو قانون کو ہاتھ میں لینے والی باتیں ہو جائیں گی۔ اس کی وجہ سے ہر طرف لاقانونیت پھیل جائے گی۔ اس کے لئے بہر حال ملکی قانون کا سہارا لینا ہو گا، قانون پھر خود ہی ایسے لوگوں سے نبٹ لیتا ہے۔ اور اکثر دیکھا گیا ہے کہ عام طور پر ایسے، اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھنے والے، لڑائی کرنے والے، فتنہ و فساد پیدا کرنے والے، لاقانونیت پھیلانے والے جب قانون کی گرفت میں آتے ہیں تو پھر صلح کی طرف

رجوع کرتے ہیں، سفارشیں آرہی ہوتی ہیں کہ ہمارے سے صلح کر لو تو فرمایا کہ اصل میں تو تمہارے مد نظر اصلاح ہے اگر سمجھتے ہو کہ معاف کرنے سے اس کی اصلاح ہو سکتی ہے تو معاف کر دو لیکن اگر یہ خیال ہو کہ معاف کرنے سے اس کی اصلاح نہیں ہو سکتی یہ تو پہلے بھی یہی حرکتیں کرتا چلا جارہا ہے اور پہلے بھی کئی دفعہ معاف کیا جاچکا ہے لیکن اس کے کان پر جوں تک نہیں رینگی، ناقابل اصلاح شخص ہے تو پھر بہر حال ایسے شخص کو سزا ملنی چاہئے۔ اور اس کے مطابق جماعتی نظام میں بھی تعزیر کا، سزا کا طریق رائج ہے، جب اللہ تعالیٰ کے احکامات کو توڑو گے، جب دوسروں کے حقوق غصب کروگے جب بھائی کی (☆) زمین یا جائیداد پر قبضہ کرنے کی کوشش کروگے، جب بیوی پر ظلم کروگے تو نظام کی طرف سے تو سزا ملے گی۔۔۔ کہ اصلاح کی خاطر سزا دینا بھی اللہ کا حکم ہے۔ ہر احمدی کو ہر وقت یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اگر اس بھیانک معاشرے میں اس نے بھی اپنا رویہ ٹھیک نہ کیا تو پھر حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ارشاد کے مطابق وہ جماعت سے کاٹا جائے گا۔

بہر حال اصلاح کی خاطر عفو سے کام لینا مستحسن ہے۔ لیکن اگر بدلہ لینا ہے تو ہر ایک کا کام نہیں ہے کہ قانون کو اپنے ہاتھ میں (☆) لے لے۔ یہ قانون کا کام ہے کہ اصلاح کی خاطر قانونی کارروائی کی جائے یا اگر نظام جماعت کے پاس معاملہ ہے تو نظام خود دیکھے گا ہر ایک کو دوسرے پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت بہر حال نہیں ہے۔

جیسا کہ میں نے شروع میں کہا کہ چھوٹی موٹی غلطیوں سے درگزر کر دینا ہی بہتر ہوتا ہے تاکہ معاشرے میں صلح جوئی کی بنیاد پڑے، صلح کی فضا پیدا ہو۔ عموماً جو عادی مجرم نہیں ہوتے وہ درگزر کے سلوک سے عام طور پر شرمندہ ہو جاتے ہیں اور اپنی اصلاح بھی کرتے ہیں اور معافی بھی مانگ لیتے ہیں۔ اس ضمن میں حضرت مصلح موعودؓ نے بھی تفصیل سے ذکر کیا ہے فرماتے ہیں کہ مومنوں کو یہ عام ہدایت دی ہے کہ انہیں دوسروں کی خطاؤں کو معاف کرنا اور ان کے قصوروں سے درگزر کرنا چاہئے مگر معاف کرنے کا مسئلہ بہت پیچیدہ ہے۔ بعض لوگ نادانی سے ایک طرف نکل گئے ہیں اور بعض دوسری طرف۔ وہ لوگ جن کا کوئی قصور کرتا ہے وہ کہتے ہیں کہ مجرم کو سزا دینی چاہئے تاکہ دوسروں کو عبرت ہو اور جو قصور کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ معاف کرنا چاہئے خدا خود بھی بندے کو معاف کرتا ہے۔۔۔۔۔ مگر یہ سب خود غرضی کے فتوے ہیں۔۔۔ اصل فتویٰ وہی ہو سکتا ہے جس میں کوئی اپنی غرض شامل نہ ہو اور وہ وہی ہے جو قرآن کریم نے دیا ہے کہ جب کسی شخص سے کوئی جرم سرزد ہو تو تم یہ دیکھو کہ سزا دینے میں اس کی اصلاح ہو سکتی ہے یا معاف کرنے میں۔

(تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۲۸۵)

اب مَیں اس بارے میں احادیث سے کچھ روشنی ڈالتا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا عمل بھی بیان کروں گا۔
حضرت معاذ بن انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ تو قطع تعلق کرنے والوں سے تعلق قائم رکھے اور جو تجھے نہیں دیتا اسے بھی تو دے اور جو تجھے برا بھلا کہتا ہے اس سے تو درگزر کر۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۴ صفحہ ۴۶۱)

حدیث میں آتا ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں خرچ سے مال کم نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا بندہ جتنا کسی کو معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی زیادہ اسے عزت میں بڑھاتا ہے۔ جتنی زیادہ کوئی تواضع اور خاکساری اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی اسے بلند مرتبہ عطا کرتا ہے۔

(مسلم کتاب البر والصلۃ باب استحباب العفو والتواضع)

(☆ مشکل الفاظ کے معانی صفحہ نمبر 70 پر دیکھیں)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اس بات کی گواہ ہے بلکہ آپ نے تو اپنے جانی دشمنوں تک کو معاف فرمایا ہے۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی اپنی ذات کی خاطر اپنے اوپر ہونے والی کسی زیادتی کا انتقام نہیں لیا۔

(مسلم کتاب الفضائل باب مباعدتہ صلی اللہ علیہ وسلم للاثام ۲۰ صفحہ ۲۹)

حضرت معاذ بن رفاعہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ منبر پر چڑھے اور پھر بے اختیار رو دیئے اور فرمایا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سال جب منبر پر چڑھے تو رونے لگے اور فرمایا اللہ تعالیٰ سے عفو اور عافیت طلب کرو کیونکہ یقین کے بعد عافیت سے بہتر کوئی چیز نہیں جو کسی کو مل سکتی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے حق میں بد دعا کرنے والوں کو کہا میں دنیا میں لعنت کے لئے نہیں بلکہ رحمت کے لئے آیا ہوں۔

(صحیح بخاری بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

جیسا کہ میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عفو ذاتی دشمنوں پر بھی محیط تھا۔ اس لئے دشمنوں کو بھی آپ کے اس خلق کا پتہ تھا کہ آپ میں یہ بہت اعلیٰ خلق ہے۔ اور اسی وجہ سے ان کو جرأت پیدا ہوتی تھی کہ وہ باوجود دشمنیوں کے آپ کے سامنے آ کے معافی مانگ لیا کرتے تھے۔

ایک مثال دیکھیں کہ ھبار بن الاسود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ پر مکہ سے مدینہ ہجرت کے وقت نیزے سے قاتلانہ حملہ کیا تھا اور اس کے نتیجہ میں ان کا حمل ضائع ہو گیا اور بالآخر یہی چوٹ ان کے لئے جان لیوا ثابت ہوئی۔ اس جرم کی بنا پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا فیصلہ فرمایا تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر یہ بھاگ کر کہیں چلا گیا مگر بعد میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس مدینہ تشریف لائے تو ھبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور رحم کی بھیک مانگتے ہوئے عرض کیا کہ پہلے تو میں آپ سے ڈر کر فرار ہو گیا تھا مگر پھر آپ کے عفو اور رحم کا خیال مجھے آپ کے پاس واپس لے آیا ہے۔ اے خدا کے نبی! ہم جاہلیت اور شرک میں تھے خدا نے ہمیں آپ کے ذریعے ہدایت دی اور ہلاکت سے بچایا۔ میں اپنی زیادتیوں کا اعتراف کرتا ہوں پس میری جہالت سے صرف نظر فرمائیں۔

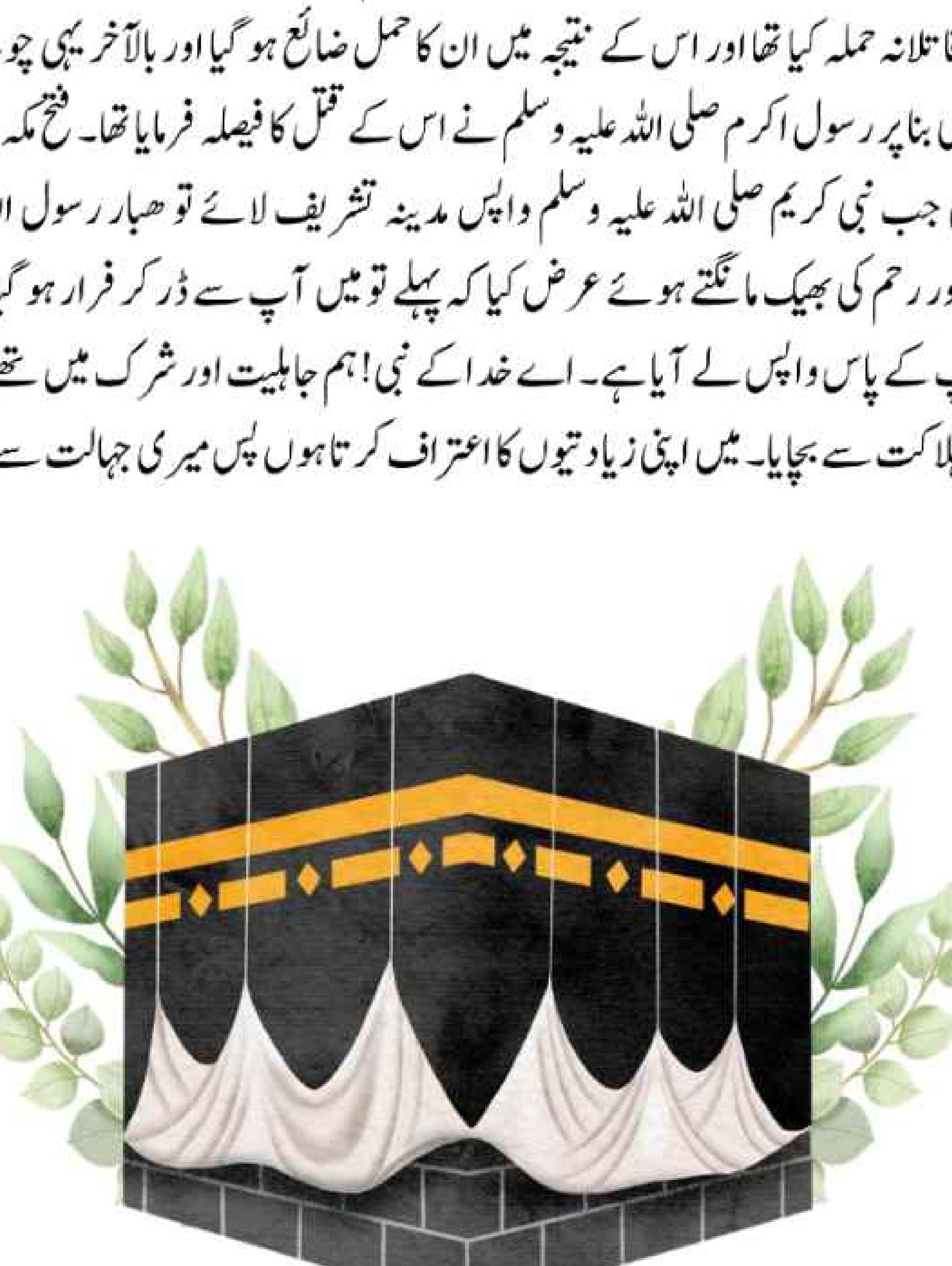

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کے اس قاتل کو بھی معاف فرمایا، بخش دیا اور فرمایا جا اے ھبار! میں نے تجھے معاف کیا۔ اللہ کا یہ احسان ہے جس نے تمہیں قبول اسلام کی توفیق دی۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۱۰۶۔ مطبوعہ بیروت)

اپنی بیٹی کے قاتل کو معاف کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ لیکن کیونکہ آپ عفو کی تعلیم دیتے تھے اس لئے خود کر کے دکھایا کیونکہ اصل مقصد تو اصلاح ہے جب آپ نے دیکھا کہ اس کی اصلاح ہو گئی ہے تو بیٹی کا خون بھی معاف کیا اور بعض حالات میں دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دی۔

پھر ایک اور اعلیٰ مثال دیکھیں۔ عبد اللہ بن سعد ابن ابی سرح کاتب وحی تھا مگر بغاوت اور ارتداد اختیار کرتے ہوئے کفار مکہ (☆) سے جا ملا اور وہاں جا کر کھلے بندوں یہ کہنے لگا کہ جو میں کہتا تھا اس کے مطابق وحی بنا کر لکھ دی جاتی تھی (نعوذ باللہ)۔ اس کی ایسی حرکتوں پر اسے واجب القتل قرار دیا گیا اور بعض مسلمانوں نے یہ نذر مانی کہ اس دشمن خدا اور رسول کو قتل کریں گے مگر اس نے اپنے رضاعی بھائی حضرت عثمان غنیؓ کی پناہ میں آکر معافی کی درخواست کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو اعراض فرمایا مگر حضرت عثمانؓ کی اس بار بار کی درخواست پر کہ میں اسے امان دے چکا ہوں حضورؐ نے بھی اسے معاف فرما دیا اور اس کی بیعت قبول فرمالی۔ بیعت کی قبولیت کے بعد عبد اللہ اپنے جرائم کی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آنے سے کتراتا تھا مگر جب معاف کر دیا تو پھر دیکھیں کیا رویہ ہے۔ آپؐ نے اسے نہایت محبت سے پیغام بھجوایا کہ اسلام قبول کرنا اس سے پہلے کے گناہ معاف کر دیتا ہے اس لئے تم شرمندہ ہو کے گھبراؤ نہ، چھپو نہیں۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۱۰۲، ۱۰۴۔ بیروت)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو کی تو بے انتہا مثالیں ہیں کس کس کو بیان کیا جائے ہر ایک دوسرے سے بڑھ کر ہے۔ یہ اس تعلیم کا عملی نمونہ تھا جسے لے کر آپ آئے تھے۔ اس تعلیم کو آج پھر ہر احمدی نے اس معاشرے میں جاری کرنا ہے اپنے پہ لاگو کرنا ہے۔ کیونکہ زمانے کے امام کے ساتھ ہم نے عہد کیا ہے کہ اس تعلیم کا عملی نمونہ بن کر دکھائیں گے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے اس کی طرف جھکتے ہوئے اس طرف بہت زیادہ توجہ دیں۔ درگزر اور عفو کی عادت ڈالیں۔ یہ نہیں ہے کہ چونکہ جماعت میں قضا کا یا امور عامہ کا یا اصلاح و ارشاد یا تربیت کا شعبہ قائم ہے اس لئے ضرور ان کو مصروف رکھنا ہے۔ ذرا ذرا سی باتوں کے جھگڑے لے کر ان تک پہنچ جانا ہے۔ میرے خیال میں تو ذرا سی بھی برداشت کا مادہ پیدا ہو جائے تو آدھے سے زیادہ مسائل اور جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں گو دوسروں کی نسبت یہ جھگڑے بہت کم ہوتے ہیں۔ ان میں سے بھی آدھے جھڑ سکتے ہیں۔۔۔

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ خدا کے مقربوں کو بڑی بڑی گالیاں دی گئی ہیں۔ بہت بری طرح ستایا گیا مگر ان کو اَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰهِلِيۡنَ کا ہی خطاب ہوا۔ خود اس انسان کامل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت بری طرح تکلیفیں دی گئیں اور گالیاں، بدزبانی اور شوخیاں کی گئیں مگر اس خلق مجسم ذات نے اس کے مقابلہ میں کیا کیا؟ ان کے لئے دعا کی۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کر لیا تھا کہ جاہلوں سے اعراض کرے گا تو تیری عزت اور جان کو ہم صحیح وسلامت رکھیں گے اور یہ بازاری آدمی اس پر حملہ نہ کر سکیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضورؐ کے مخالف آپ کی عزت پر حرف نہ لا سکے اور خود ہی ذلیل و خوار ہو کر آپ کے قدموں پر گرے یا سامنے تباہ ہوئے۔

(☆مشکل الفاظ کے معانی صفحہ نمبر 70 پر دیکھیں)

اب حضرت مسیح موعودؑ کے عفو کی چند مثالیں دیتا ہوں۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ فرماتے ہیں۔ کہ ایک عورت نے حضرت مسیح موعود کے گھر سے کچھ چاول چرائے، چور کا دل نہیں ہوتا اس لئے اس کے اعضاء میں غیر معمولی قسم کی بیتابی اور اس کا ادھر ادھر دیکھنا بھی خاص وضع کا ہوتا ہے۔ یعنی وہ چوری کرلے تو اس کے ایکشنز(Actions) اور طرح (☆) کے ہو جاتے ہیں۔ کسی دوسرے تیز نظر نے تاڑ لیا اور پکڑ لیا۔ وہ وہاں موجود تھا۔ اس کی تیز نظر تھی اس کو شک ہوا کہ ضرور کوئی گڑبڑ ہے اور شور پڑ گیا۔ اس کی بغل میں سے کوئی پندرہ سیر کے قریب چاولوں کی گٹھڑی نکلی اور اس کو ملامت اور پھٹکار شروع ہو گئی۔ حضرت مسیح موعود بھی کسی وجہ سے ادھر تشریف لائے اور پوچھا کہ کیا واقعہ ہے تو لوگوں نے یہ بتایا تو فرمایا کہ یہ محتاج ہے کچھ تھوڑے سے اسے دے دو اور نصیحت نہ کرو یعنی بلاوجہ اس کو کچھ کہو نہ۔ اور خدا تعالیٰ کی ستاری کا شیوہ اختیار کرو۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ جلد اول صفحہ ۱۰۵،۱۰۶)

خان اکبر صاحب ہی بیان کرتے ہیں کہ جب ہم وطن چھوڑ کر قادیان آ گئے تو ہم کو حضرت اقدسؑ نے اپنے مکان میں ٹھہرایا۔ حضورؑ کا قاعدہ یہ تھا کہ رات کو عموماً موم بتی جلا لیا کرتے تھے۔ اور بہت سی موم بتیاں اکٹھی روشن کر دیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جن دنوں میں میں آیا میری لڑکی بہت چھوٹی تھی ایک دفعہ حضرت اقدسؑ کے کمرے میں بتی جلا کر رکھ آئی، اتفاق ایسا ہوا کہ وہ بتی گر پڑی۔ اور حضورؑ کی کتابوں کے بہت سارے مسودات اور چند اور چیزیں جل گئیں اور نقصان ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد معلوم ہوا کہ یہ تو سارا نقصان ہو گیا ہے۔ سب کو بہت سخت پریشانی اور گھبراہٹ شروع ہو گئی یہ کہتے ہیں کہ میری بیوی اور لڑکی بھی بہت پریشان تھی کہ حضورؑ اپنی کتابوں کے مسودات بڑی احتیاط سے رکھا کرتے تھے وہ سارے جل گئے ہیں لیکن جب حضورؑ کو اس بات کا علم ہوا تو کچھ نہیں فرمایا سوائے اس کے کہ خدا تعالیٰ کا بہت شکر ادا کرنا چاہئے کہ کوئی اس سے زیادہ نقصان نہیں ہوا۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ جلد اول صفحہ ۱۰۳)

پھر دیکھیں آپ کے مخالف اور معاند مولوی محمد حسین بٹالوی ہماری جماعت میں ان کو جانتے ہیں وہ جوانی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دوست اور ہم مکتب تھے یعنی اکٹھے پڑھا کرتے تھے اور حضورؑ کی پہلی تصنیف ''براہین احمدیہ'' پر انہوں نے بڑا شاندار ریویو بھی لکھا تھا اور یہاں تک لکھا تھا کہ گزشتہ تیرہ سو سال میں اسلام کی تائید میں کوئی کتاب اس شان کی نہیں لکھی گئی۔ مگر مسیح موعود کے دعویٰ پر یہی مولوی صاحب مخالف ہو گئے اور مخالف بھی ایسے کہ انتہا کو پہنچ گئے اور حضرت مسیح موعودؑ پر کفر کا فتویٰ لگایا اور دجال وغیرہ کہا(نعوذ باللہ) اس طرح سارے ملک میں مخالفت کی آگ بھڑکائی۔ ڈاکٹر مارٹن کلارک کے اقدام قتل والے مقدمے میں بھی مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب عیسائیوں کی طرف سے گواہ کے طور پر پیش ہوئے۔ اس وقت حضرت مسیح موعود کے وکیل مولوی فضل دین صاحب جو ایک غیر احمدی بزرگ تھے، مولوی محمد حسین کی شہادت کو کمزور کرنے کے لئے ان کے حسب و نسب کے بارے میں بعض طعن آمیز سوالات کرنے لگے مگر (☆) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں روک دیا کہ میں آپ کو ایسے سوالات کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور یہ کہتے ہوئے آپؑ نے جلدی سے اپنا ہاتھ مولوی فضل دین صاحب کے منہ پر رکھا کہ کہیں ان کی زبان سے کوئی ایسا فقرہ نکل نہ جائے۔

(☆مشکل الفاظ کے معانی صفحہ نمبر70 پر دیکھیں)

تو اس طرح آپ اپنے آپ کو خطرے میں ڈال کر اپنے جانی دشمن کی عزت و آبرو کی حفاظت فرمایا کرتے تھے اور یہاں بھی فرمائی۔ اس کے بعد مولوی فضل دین صاحب موصوف ہمیشہ یہ واقعہ حیرت سے ذکر کیا کرتے تھے کہ مرزا صاحب عجیب اخلاق کے انسان ہیں کہ ایک شخص ان کی عزت بلکہ جان پر حملہ کرتا ہے۔ اور اس کے جواب میں اس کی شہادت کو کمزور کرنے کے لئے اس پر بعض سوالات کئے جاتے ہیں تو آپ فوراً روک دیتے ہیں کہ میں ایسے سوالات کی اجازت نہیں دیتا۔

(سیرت طیبہ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے۔ رضی اللہ عنہ صفحہ ۵۳ تا ۵۵)

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ یعنی مومن وہی ہیں جو غصہ کو کھا جاتے ہیں اور یاوہ گو ظالم طبع لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں اور بے ہودگی کا بے ہودگی سے جواب نہیں دیتے۔

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۱۲۶)

فرمایا ہم دنیا میں دیکھتے ہیں بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ان سے ایک دو مرتبہ عفو و درگزر کیا جائے اور نیک سلوک کیا جائے تو اطاعت میں ترقی کرتے اور اپنے فرائض کو پوری طرح سے ادا کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور بعض شرارت میں اور بھی زیادہ ترقی کرتے اور احکام کی پرواہ نہ کرکے ان کو توڑ دینے کی طرف دوڑتے ہیں۔ اب اگر ایک خدمت گار کو جو نہایت شریف الطبع آدمی ہے اور اتفاقاً اس سے غلطی ہوگئی ہے اسے اٹھ کر مارنے اور پیٹنے لگ جائیں تو کیا وہ کام دے سکے گا، نہیں، بلکہ اسے تو عفو و درگزر کرنا ہی اس کے واسطے مفید اور اس کی اصلاح کا موجب ہے۔ مگر ایک شریر کو جس کا بارہا تجربہ ہو گیا ہے کہ وہ عفو سے نہیں سمجھا بلکہ اور بھی شرارت میں قدم آگے رکھتا ہے اس کو ضرور سزا دینی پڑے گی اور اس کے واسطے مناسب یہی ہے کہ سزا دی جاوے۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۲۵۶۔ الحکم ۱۷ اپریل ۱۹۰۳ء)

پھر آپؑ نے اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اس جماعت کو تیار کرنے سے غرض یہی ہے کہ زبان، کان، آنکھ اور ہر ایک عضو سے تقویٰ سرایت کر جاوے، تقویٰ کا نور اس کے اندر اور باہر ہو، اخلاق حسنہ کا اعلیٰ نمونہ ہو اور بے جا غصہ اور غضب وغیرہ بالکل نہ ہو میں نے دیکھا ہے کہ جماعت کے اکثر لوگوں میں غصے کا نقص اب تک موجود ہے۔ تھوڑی تھوڑی سی بات پر کینہ اور بغض پیدا ہو جاتا ہے اور آپس میں لڑ جھگڑ پڑتے ہیں ایسے لوگوں کا جماعت میں سے کچھ حصہ نہیں ہوتا۔ اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس میں کیا دقت پیش آتی ہے کہ اگر کوئی گالی دے تو دوسرا چپ کر رہے اور اس کا جواب نہ دے۔ ہر ایک جماعت کی اصلاح اول اخلاق سے شروع ہوا کرتی ہے۔ (یعنی جماعت کے ممبران کی اصلاح ان کے اخلاق سے شروع ہوتی ہے) چاہئے کہ ابتداء میں صبر سے تربیت میں ترقی کرے اور سب سے عمدہ ترکیب یہ ہے کہ اگر کوئی بدگوئی کرے اس کے لئے درد دل سے دعا کرے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح کر دیوے اور دل میں کینہ کو ہرگز نہ بڑھاوے جیسے دنیا کے قانون ہیں ویسے ہی خدا کا بھی قانون ہے، جب دنیا اپنے قانون کو نہیں چھوڑتی تو اللہ تعالیٰ اپنے قانون کو کیسے چھوڑے۔ پس جب تک تبدیلی نہیں ہوگی تب تک تمہاری قدر اس کے نزدیک کچھ نہیں، خدا تعالیٰ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ حلم اور صبر اور عفو جو کہ عمدہ صفات ہیں ان کی جگہ درندگی ہو۔ اگر تم ان صفات حسنہ میں ترقی کرو گے تو بہت جلد خدا تک پہنچ جاؤ گے۔

(☆) لیکن افسوس ہے کہ جماعت کا ایک حصہ ابھی تک ان اخلاق میں کمزور ہے ان باتوں سے صرف شماتت اعداء ہی نہیں ہے بلکہ ایسے لوگ خود ہی قریب کے مقام سے گرائے جاتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ سب انسان ایک مزاج کے نہیں ہوتے اسی لئے قرآن شریف میں آیا ہے کُلٌّ یَّعۡمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ (بنی اسرائیل:85)۔ بعض آدمی کسی قسم کے اخلاق میں اگر عمدہ ہیں تو دوسری قسم میں کمزور، اگر ایک خلق کا رنگ اچھا ہے تو دوسرے کا برا، لیکن تاہم اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اصلاح ناممکن ہے۔

(ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۱۰۰ البدر ۸ و ۱۶ ستمبر ۱۹۰۴)

اصلاح کی کوشش کرو تو اصلاح ہو سکتی ہے۔ پھر فرمایا تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے۔ اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا۔ سو اس کا مجھ میں حصہ نہیں۔

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۳ جدید ایڈیشن)

پھر آپ فرماتے ہیں جو نہیں چاہتا کہ اپنے قصور وار کا گناہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۹ جدید ایڈیشن)

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم ہمیشہ بلند حوصلگی کا مظاہرہ کرنے والے ہوں۔ قرآن کریم کی تعلیم کو ہمیشہ اپنے اوپر لاگو کرنے کی کوشش کرنے والے ہوں اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمیشہ پیروی کرنے والے ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالنے والے بنیں۔ آمین"

https://www.alislam.org/urdu/khutba/2004-02-20/

(☆مشکل الفاظ کے معانی صفحہ نمبر 70 پر دیکھیں)

منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

گالیاں سُن کر دعا دو

(درثمین صفحہ نمبر166تا167)

اے مرے پیارو! شکیب و صبر کی عادت کرو
وہ اگر پھیلائیں بدبو تم بنو مُشکِ تتار

نفس کو مارو کہ اُس جیسا کوئی دشمن نہیں
چپکے چپکے کرتا ہے پیدا وہ سامانِ دمار

جس نے نفسِ دُوں کو ہمت کر کے زیرِ پا کیا
چیز کیا ہیں اُس کے آگے رُستم و اسفندیار

گالیاں سُن کر دعا دو پا کے دُکھ آرام دو
کِبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ اِنکسار

دیکھ کر لوگوں کا جوش و غیظ مت کچھ غم کرو
شدتِ گرمی کا ہے محتاج بارانِ بہار

جبکہ کہتے ہیں کہ کاذب پھولتے پھلتے نہیں
پھر مجھے کہتے ہیں کاذب دیکھ کر میرے ثمار

کیا تمہاری آنکھ سب کچھ دیکھ کر اندھی ہوئی
کچھ تو اُس دن سے ڈرو یارو! کہ ہے روزِ شمار

آنکھ رکھتے ہو ذرا سوچو کہ یہ کیا راز ہے
کس طرح ممکن کہ وہ قدّوس ہو کاذب کا یار

یہ کرم مجھ پر ہے کیوں کوئی تو اس میں بات ہے
بے سبب ہرگز نہیں یہ کاروبارِ کردگار

مجھ کو خود اس نے دیا ہے چشمۂ توحید پاک
تا لگاوے از سرِ نو باغِ دیں میں لالہ زار

(☆مشکل الفاظ کے معانی صفحہ نمبر70پر دیکھیں)

اسلام میں باہمی رواداری کی تعلیم

(ریحانہ صدیقہ بھٹی۔Newcastle)

اسلام امن و سلامتی کا پیغام لے کر دنیا میں آیا ہے۔ یہ وہ مذہب ہے جس کا نام ہی اسلام یعنی "سلامتی" ہے۔ اسلام کی اصل تعلیمات امن، بھائی چارے، اور انسانیت کی خدمت پر زور دیتی ہیں۔ جو لوگ اسلام کو شدت پسندی کے ساتھ جوڑتے ہیں، وہ دراصل اس مذہب کی حقیقی تعلیمات سے بے خبر ہیں یا انہیں جان بوجھ کر مسخ کر کے پیش کیا جاتا ہے۔ اسلام میں جنگ یا قتال کی اجازت صرف دفاعی اور ضروری حالات میں دی گئی ہے، نہ کہ بے گناہ افراد کو تکلیف پہنچانے کے لیے۔ لیکن کیا دوسرے مذاہب اس تعلیم سے مبرا ہیں؟ (☆)

توریت اور انجیل میں قتال سے متعلق تعلیمات:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"بعض پلید فطرت پادریوں نے اپنی تالیفات میں اس طرح ہمارے سیّد و مولیٰ خاتم الانبیاء ﷺ کی تصویر کھینچ کر دکھلائی (☆) ہے کہ گویا وہ ایک ایسا شخص ہے جس کی خونی صورت ہے اور غصہ سے بھرا ہوا کھڑا ہے اور ایک ننگی تلوار ہاتھ میں ہے اور بعض غریب عیسائیوں وغیرہ کو ٹکڑہ ٹکڑہ کرنا چاہتا ہے لیکن اگر ان لوگوں کو کچھ انصاف اور ایمان میں سے حصہ ہوتا تو اس تصویر سے پہلے موسیٰ کی تصویر کھینچ کر دکھلاتے اور اس طرح کھینچتے کہ گویا ایک نہایت سخت دل اور بے رحم انسان ہاتھ میں تلوار لے کر شیر خوار بچوں کو ان کی ماؤں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے کر رہا ہے اور ایسا ہی یشوع بن نون کی تصویر پیش کرتے اور اس تصویر میں یہ دکھلاتے کہ گویا اس نے لاکھوں بے گناہ بچوں کو ان کی ماؤں کے سمیت ٹکڑے ٹکڑے کر کے میدان میں پھینک دیا ہے اور چونکہ ان کے عقیدہ کے موافق یسوع خدا ہے اور یہ ساری بے رحمی کی کارروائیاں اس کے حکم سے

(☆مشکل الفاظ کے معانی صفحہ نمبر 70 پر دیکھیں)

ہوئی ہیں اور وہ مجسم خدا ہے جیسا کہ بیان ہو چکا تو اس صورت میں نہایت ضروری تھا کہ سب سے پہلے اس کی تصویر کھینچ کر اس کے ہاتھ میں کم سے کم تین تلواریں دی جاتیں۔ پہلی وہ تلوار جو اس نے موسیٰ کو دی اور بے گناہ شیر خوار بچوں کو قتل کروایا۔ دوسری وہ تلوار جو یشوع بن نون کو دی۔ تیسری وہ تلوار جو داؤد کو دی۔ افسوس! کہ اس حق پوش قوم نے بڑے بڑے ظلموں پر کمر باندھ رکھی ہے۔“

(انجام آتھم۔ روحانی خزائن۔ جلد 11۔ صفحہ نمبر 36-37)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس تحریر کی روشنی میں اگر ہم توریت اور انجیل کی تعلیمات کا سرسری جائزہ بھی لیں تو پتہ چلتا ہے کہ جنگ کرنے کی تعلیمات دنیا کے قریباً ہر مذہب میں پائی جاتی ہیں، بلکہ اسلامی تعلیمات میں جو اصول وضوابط اور شرائط رکھی گئی ہیں دوسرے مذاہب میں وہ بھی نہیں ملتیں۔ مثلاً انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بیان ہے:

”یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں، صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلوانے آیا ہوں۔“

(متی۔ باب 10: آیت 34)

پھر اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک اور بیان ہے:

”مگر میرے اُن دُشمنوں کو جنہوں نے نہ چاہا تھا کہ مَیں اُن پر بادشاہی کروں یہاں لاکر میرے سامنے قتل کرو۔“

(لوقا۔ باب 19: آیت 27)

یسوع نے اپنی تقریر کو جاری رکھا اور کہا:

”میں زمین پر آگ بھڑکانے آیا ہوں اور اگر لگ چکی ہوتی تو میں کیا ہی خوش ہوتا۔“

(لوقا۔ باب 10: آیت 49)

اسی طرح توریت میں آتا ہے:

”اور جب خداوند تیرا خدا اسے (یعنی کسی شہر کو) تیرے قبضے میں کر دے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر ڈالنا۔ لیکن عورتوں اور بال بچوں اور چوپایوں اور اس شہر کے سب مال اور لوٹ کو اپنے لیے رکھ لینا۔۔۔ پر ان قوموں کے شہروں میں جن کو خداوند تیرا خدا میراث کے طور پر تجھ کو دیتا ہے کسی ذی نفس کو جیتا نہ بچا رکھنا۔“

(استثناء۔ باب 20: آیت 13 تا 16)

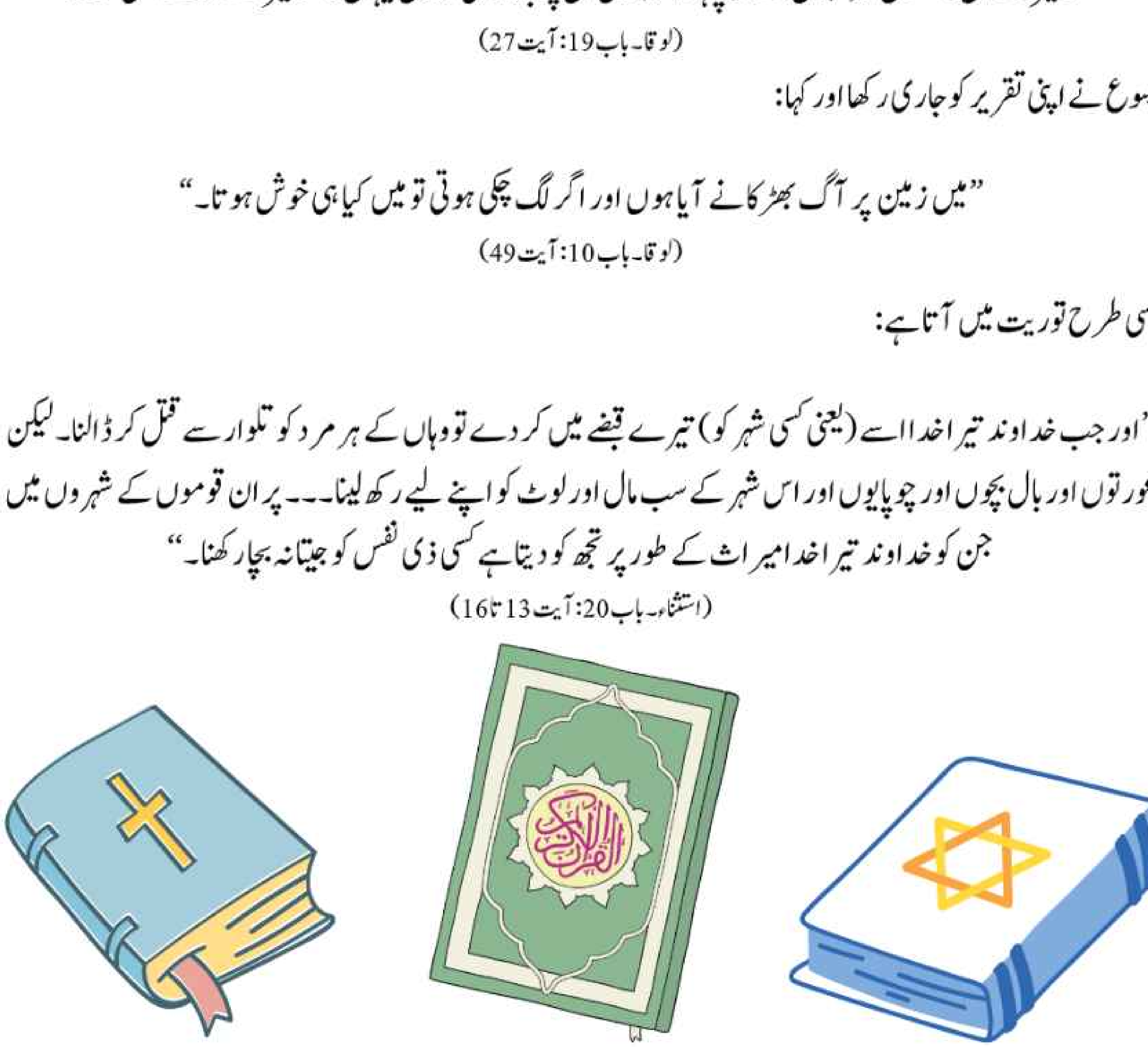

اُسوۂ رسول ﷺ:

عموماً فاتح اقوام جب کسی ملک میں داخل ہوتی ہیں تو سفّاکی اور درندگی کی تمام حدیں پار کر جاتی ہیں۔ انسانی خون پانی کی طرح بہایا جاتا ہے حتیٰ کہ معصوم بچے، بوڑھے، بیمار اور عورتوں تک کی جان اور عزت محفوظ نہیں رہتی۔ اس بات کی گواہی قرآن پاک میں بھی ملتی ہے جب بنی اسرائیل کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کے نام خط بھیجا تو وہ ملکہ اسی طرح کے کشت و خون سے خوف زدہ ہو کر کہنے لگی:

قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ۔

ترجمہ: اس نے کہا یقیناً جب بادشاہ کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس میں فساد برپا کر دیتے ہیں اور اس کے باشندوں میں سے معزز لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں اور وہ اسی طرح کیا کرتے ہیں۔

(سورۃ النمل: 35۔ اردو ترجمہ بیان فرمودہ خلیفۃ المسیح الرابع حضرت مرزا طاہر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ)

یہ باتیں آج بھی اسی طرح جاری ہیں اور صرف ماضی کے قصے نہیں ہیں۔ لیکن اس کے برعکس ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جب فاتح بن کر مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ (سورۃ یوسف: 93) کا ارشاد فرمایا۔ یہی نہیں بلکہ خطبہ حجۃ الوداع کے دوران آپ نے زمانہ جاہلیت کے خون معاف فرما دیے اور اس کا آغاز اپنے چچازاد بھائی کے خون کو معاف کر کے کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اب جاہلیت کے خون بھی کالعدم ہیں۔ سب سے پہلے میں ابنِ ربیعہ بن الحارث بن عبد المطلب کا خون معاف کرتا ہوں جو بنولیث پر قابلِ ادا تھا۔ پس ہذیل نے اسے قتل کیا تھا اور یہ جاہلیت کا وہ خون ہے جس سے میں خون کی معافی شروع کرتا ہوں۔" (☆)

(سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب الخطبۃ یوم النحر)
https://www.alfazl.com/2021/07/22/32691/

پھر اسی خطبہ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے عالمی مساوات کی وہ لافانی تعلیم دی جسے انسان آج بھی اگر اپنا لائحۂ عمل بنالیں تو اس وقت دنیا میں جاری خون ریز جنگوں کی بنیاد ہی ختم ہو جاتی ہے۔ فرمایا:

"اے لوگو! سن لو کہ تم سب کا خدا ایک خدا ہے اور تم سب کا باپ ایک ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں اور نہ ہی عجمی کو عربی پر فضیلت ہے۔ تم سب آدم کی اولاد ہو۔"

(جامع الترمذی، ابواب الفتن، باب ماجاء فی تحریم الدماء والاموال)
https://www.alfazl.com/2021/07/22/32691/

(☆مشکل الفاظ کے معانی صفحہ نمبر 70 پر دیکھیں)

کسی مذہب کی تعلیمات میں باہمی رواداری کا تجزیہ کرنا ہو تو اس کے بانی انبیاء کے عملی نمونہ کو دیکھنا چاہیے اور یہ باہمی رواداری، مساوات اور برابری کے نمونے ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفی ﷺ نے ہمیں اپنے عمل سے کر کے دکھائے۔

اسلام میں باہمی رواداری کی تعلیم:

معاشرے میں بے چینی کی فضا کو ختم کرنے اور امن قائم کرنے کے لیے لوگوں میں برابری کا نظام قائم رکھنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس کی واضح تعلیم دی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں آتا ہے:

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔

ترجمہ: تُو کہہ دے ہم ایمان لے آئے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اتارا گیا اور جو ابراہیم پر اتارا گیا اور اسماعیل پر اور اسحٰق پر اور یعقوب پر اور (اس کی) نسلوں پر اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو اور جو نبیوں کو اُن کے ربّ کی طرف سے دیا گیا۔ ہم ان میں سے کسی کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے اور ہم اسی کی فرمانبرداری کرنے والے ہیں۔

(سورۃ آل عمران: 85۔ اردو ترجمہ بیان فرمودہ خلیفۃ المسیح الرابع حضرت مرزا طاہر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس آیت کریمہ میں بیان کردہ قرآنی تعلیم کے بارے میں فرماتے ہیں:

"اگر ایسی صلح کار کوئی اور الہامی کتاب ہے تو اس کا نام لو۔"

(پیغام صلح۔ روحانی خزائن۔ جلد 23۔ صفحہ نمبر 459)

جہاں تک اسلام میں قتال کی اجازت کا سوال ہے تو یہ اجازت خدا تعالیٰ نے مخصوص حالات میں دی۔ اس وقت جب دشمنوں نے اسلام کے خلاف تلوار اُٹھائی اور ظلم و ستم کی انتہا کر دی تو خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو دفاعی جنگ کی اجازت دی۔ لیکن کبھی بھی آنحضرت ﷺ نے کسی کو مسلمان بنانے کے لیے تلوار نہیں اٹھائی اور آنحضرت ﷺ ایسا کر بھی نہیں کر سکتے تھے کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر اس کی ممانعت فرمادی تھی، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے: لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرہ:257) اور یہ بات بھی ایک عالمی سچائی ہے کہ جبر کے ذریعے کبھی کوئی عقیدہ پروان نہیں چڑھا کرتا۔ اس پر مزید یہ کہ موجودہ دور میں قتال کی یہ اجازت بھی خدا تعالیٰ نے اٹھالی ہے اور اب جبکہ مذہبی جنگوں کا خاتمہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے جہاد بالسیف کی ممانعت فرمادی ہے۔

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ہمارے اس زمانے میں اسلام کے دشمنوں نے اپنے طریق کو بدل لیا ہے اور اب کوئی مخالف اسلام کا اپنے مذہب کے لیے تلوار نہیں اٹھاتا اور یہی حکمت ہے کہ مسیح موعود کے لیے یَضَعُ الْحَرْبَ کا حکم آیا یعنی جنگ کی ممانعت ہو گئی اور تلوار کی لڑائیاں موقوف ہو گئیں اور اب قلمی لڑائیوں کا وقت ہے اور چونکہ ہم قلمی لڑائیوں کے لیے آئے ہیں اس لیے بجائے لوہے کی تلوار کے لوہے کی قلمیں ہمیں ملی ہیں۔"

(چشمۂ معرفت۔ روحانی خزائن۔ جلد 23۔ صفحہ نمبر 93)

یہ تعلیم اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمائی ہے کہ جو تم پر تلوار نہ اُٹھائے اس سے نرمی کا معاملہ کرو اور بعض مسلمانوں کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر جو یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ انھوں نے اپنی طرف سے جہاد بالسیف کی ممانعت فرمادی، غلط ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں آتا ہے:

لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ

ترجمہ: اللہ تمھیں ان سے منع نہیں کرتا جنہوں نے تم سے دین کے معاملہ میں قتال نہیں کیا اور نہ تمہیں بے وطن کیا کہ تم اُن سے نیکی کرو اور اُن سے انصاف کے ساتھ پیش آؤ۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

(سورۃ الممتحنہ: 9۔ اردو ترجمہ بیان فرمودہ خلیفۃ المسیح الرابع حضرت مرزا طاہر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ بیان فرماتے ہیں:

"یہ آیتِ کریمہ جارحانہ جنگوں کے تصور کا قلع قمع کرتی ہے اور ان لوگوں سے حسنِ سلوک اور دوستی کی ممانعت نہیں کرتی جنہوں نے مسلمانوں سے دینی اختلاف کی وجہ سے لڑائی نہیں کی اور بے قصور مسلمانوں کو اپنے گھروں سے نہیں نکالا۔ بعض دوسری آیات سے یہ غلط استنباط کیا جاتا ہے کہ ہر قسم کے غیر مسلم سے دوستی حرام ہے مگر اس آیت سے تو پتہ چلتا ہے کہ جنہوں نے مسلمانوں کے خلاف دینی اختلاف کی وجہ سے جارحانہ رویہ اختیار نہیں کیا ان سے نہ صرف دوستی جائز ہے بلکہ ان سے حسن سلوک کی تلقین فرمائی گئی ہے۔"

(ترجمۃ القرآن، صفحہ نمبر 1021)

اللہ تعالیٰ بنی آدم کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ وہ اپنی آنکھوں کے پردے اُتار کر اور صاف دل ہو کر قرآن کو پڑھیں اور یہ جان سکیں کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ان قوموں سے جنگ کرنے کی اجازت دی ہے جو جنگ کرنے سے رکتے نہیں، کسی قسم کا معاہدہ نہیں کر رہے اور ملک میں فساد پھیلا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو اسلام کا امن و سلامتی کا پیغام دنیا میں پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے، خدا تعالیٰ کی حقیقی پہچان کی توفیق دے اور دنیا کو بھی خدائے واحد کی پہچان کرانے والا بنائے تا اس واحد اور یگانہ خدا کے عذاب کی بجائے ہم اس کے رحم کو حاصل کرنے والے بن سکیں۔ (آمین)

محبت سب کے لیے
نفرت کسی سے نہیں

(سیّدہ ثریا صادق۔Putney)

مجھے "محبت سب سے نفرت کسی سے نہیں" کا ایک واقعہ یاد آرہا ہے۔ ہوا یوں کہ ایک دفعہ ایک سکول کی ٹیچر نے بچوں سے کہا کہ میں آپ کو ایک سادہ سی بات سکھانا چاہتی ہوں لیکن اگر زبانی بتاؤں گی تو آپ بھول جاؤ گے اس لیے میں چاہتی ہوں کہ یہ بات ہم ایک تجربہ کر کے سیکھ لیں تاکہ آپ اسے ساری عمر یاد رکھیں۔ یہ بات سن کر پوری کلاس میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی اور سب بچے بڑی بے تابی سے اس تجربہ کے بارہ میں معلوم کرنے کے لیے ٹیچر کی بات سننے لگے۔

ٹیچر نے کہا کہ ہم نے ایک کھیل کھیلنا ہے جس کا آغاز کل صبح ہو گا۔ ہر بچہ کل اپنے ساتھ گھر سے آلو لے کر آئے اور ان آلوؤں پر اُن لوگوں کے نام کھودنے ہیں جو آپ کو کسی بھی وجہ سے اچھے نہیں لگتے۔ بچوں کو یہ کھیل بہت دلچسپ لگا اور ہر ایک بڑھ بڑھ کر اس کوشش میں مصروف رہا۔ کسی کے بیگ میں دو آلو تھے، کسی کے پاس چار تو کسی کے پاس پانچ آلو تھے۔ اِن آلوؤں پر بچوں نے ان لوگوں کے نام کھودے ہوئے تھے جو ان کو پسند نہیں تھے۔ ٹیچر نے کہا کہ ان آلوؤں کو دو ہفتہ تک اپنے بیگ میں ہی رکھنا ہے اور یہ تجربہ آج سے ہی شروع ہو گا۔ معصوم بچے اس نئے قسم کے تجربے سے بہت خوش تھے لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ کس مشکل میں پڑنے والے ہیں۔

کچھ دن تک تو آلو ٹھیک رہے پھر آہستہ آہستہ آلو خراب ہونا شروع ہو گئے۔ پہلے انہوں نے رنگ بدلا پھر پلپلے سے ہونے لگے اور اب تو بہت بُو بھی آنے لگی۔ اس مسلسل بُو سے بے چارے بچے اور اُن کے والدین بہت گھبرا گئے۔ بدبودار آلوؤں کا رکھنا ان کے لیے بہت مشکل ہو رہا تھا۔ کئی بار بچوں نے ٹیچر سے شکایت کی کہ اب آلو سڑ رہے ہیں اور ٹیچر یہ کہتی کہ صبر سے کام لو یہ نادر تجربہ دو ہفتہ تک پھیلا ہوا ہے۔ آخر کار دو ہفتہ بعد ٹیچر نے بچوں سے پوچھا کہ بتاؤ یہ تجربہ تمہارے لیے کیسا تھا؟ سب بچوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ اس تجربے سے تو ہماری جان دوبھر ہو گئی، ہر نیا دن پہلے دن سے بدتر ہوتا گیا، ہم نے سڑے ہوئے آلوؤں سے بھلا کیا سیکھنا تھا؟

اس پر ٹیچر نے نہایت ہی پیار اور محبت سے بچوں کو وہ حکمت کی بات بتائی جو اُن کی نظروں سے اُوجھل تھی۔ مسکراتے ہوئے کہنے لگیں کہ دل میں نفرت لے کر پھرنا ہو بہو ایسا ہی ہے جیسے کہ سڑے ہوئے آلو لے کر پھرنا۔ جیسے آلوؤں سے آپ کو بُو آتی ہے اسی طرح جو لوگ اپنے دل میں دوسروں کے لیے بغض اور نفرت لیے گھومتے ہیں اللہ تعالیٰ کو ان سے بو آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ خود پاک ہے اور پاکیزگی کو پسند کرتا ہے۔ گند اور بدبُو سے اُس کا کوئی دور کا بھی ناطہ نہیں اس لیے اللہ تعالیٰ بھی ایسے شخص کے دل میں نہیں آتا جس کے دل میں بغض اور نفرت کا تعفن بھرا ہو بلکہ ایسے دلوں میں اترتا ہے جن کے دل میں محبت اور الفت کی خوشبو ہو۔ جو اللہ سے محبت کریں، اُس کی رعایا سے محبت کریں اور اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہر چیز سے محبت کریں جس میں اُس پاک ذات کا عکس ہو، اُس کی جھلک ہو اور کسی سے نفرت اور بغض نہ ہو۔

پھر ٹیچر اپنے شاگردوں سے کہنے لگیں کہ بچو! آج سے تم سب بھی "محبت سب سے، نفرت کسی سے نہیں" کا ماٹو اپنالو تا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت تمہیں حاصل ہو۔

محبت نہیں ہے تو عالَم ہے قہر
اگر ہوں نہ غمخوار صحرا ہے شہر

محبت سے جی خود بخود جائیں مل
کہ انساں کے ہے دل کا آئینہ دل

محبت مروت کی ٹکسال ہے
جو دل دے دیا مال کیا مال ہے

محبت ہے فردوسِ ہستی کا پھل
محبت گُلِ زندگی کا عسل

کرو سب پہ قابو محبت کے ساتھ
ڈرانے سے آئیں پرندے نہ ہاتھ

بس اب میان میں اپنی شمشیر کر
محبت سے دنیا کو تسخیر کر

(مثنوی۔ آئینۂ اخلاق۔ مصنف خواجہ دل محمد ایم اے پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور)

"محبت سب سے، نفرت کسی سے نہیں" یہ پیار بھرا پیغام ایک نہایت مقدس اور پیارے وجود حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ آپؒ محبت کے سفیر تھے اور محبت کے سفیر بن کر ملک ملک اور قوم قوم محبت اور پیار کا سبق دیتے رہے۔

حضورؒ نے 1980ء میں چار براعظموں کا دورہ فرمایا اور محبت کا سفیر بن کر اپنی اس آفاقی تحریک کو دنیا کے کونے کونے میں بنفسِ نفیس پہنچایا۔ حضورؒ کی زندگی کا مسرور ترین لمحہ 9۔اکتوبر 1980ء کو آیا جب حضورؒ نے سپین سے مسلمانوں کے اخراج کے 750 سال بعد قرطبہ کے قریب پیدرو آباد کے مقام پر پہلی مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا۔ اس موقع پر بھی حضورؒ نے یہی پیغام دیا اور فرمایا:

"مسجد ہمیں یہ سبق سکھاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں تمام انسان برابر ہیں خواہ وہ غریب ہوں یا امیر، پڑھے لکھے ہوں یا ان پڑھ۔۔۔ اسلام ہمیں باہم محبت اور الفت سے رہنے کی تعلیم دیتا ہے۔ ہمیں انکساری سکھاتا ہے اور بتاتا ہے کہ انسانوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرتے وقت ہمیں مسلم اور غیر مسلم میں کسی قسم کی کوئی تمیز روا نہیں رکھنی چاہیے۔ انسانیت کا یہی تقاضا ہے۔۔۔ میرا پیغام صرف یہ ہے کہ

Love for All, Hatred for None

یعنی سب کے ساتھ پیار کرو، نفرت کسی سے نہ کرو۔"

(حیاتِ ناصر۔ جلد اول۔ صفحہ نمبر 657تا658)

اس دورہ میں آپؒ محبت کے سفیر بن کر سارے یورپ میں محبت کا پیغام دینے کے لیے نکلے۔ آپؒ نے فرمایا:

"میَں یورپی ممالک کا دورہ اسی لیے کر رہا ہوں کہ یہاں کے لوگوں کو اسلام کی طرف سے امن کا پیغام دوں اور قیامِ امن کی حقیقی راہ اُنہیں بتاؤں۔ چنانچہ میں جس ملک میں بھی جاتا ہوں لوگوں کو یہی یقین دلانے کی کوشش کرتا ہوں کہ انسانیت کی بقا کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنا سیکھو۔ اس لیے میں محبت کے ایک سفیر کی حیثیت سے یہ دورہ کر رہا ہوں۔"

(حیاتِ ناصر۔ جلد اول۔ صفحہ نمبر 658)

براعظم امریکہ میں بھی حضورؒ محبت کے سفیر بن کر گئے۔ حضورؒ کی ان کوششوں کا اعتراف کرتے ہوئے ایک امریکی ریٹائرڈ جرنیل رولینڈ ڈیلمار (Gen.Roland Delmar) نے کہا:

"یہاں بہت سے لوگ ہیں جو آپ سے ملنے اور آپ سے تبادلہ خیالات کرنے کے متمنی ہیں، کیونکہ آپ جہاں بھی جاتے ہیں امن لے کر جاتے ہیں۔ آپ امن کی باتیں کرتے ہیں۔ امن ہی آپ کی گفتگو کا موضوع ہوتا ہے۔ امن کا پرچار ہی آپ کا مشن ہے اور باہمی تفرقوں اور نفرتوں کو ختم کرنا آپ کا مقصد ہے۔ آپ کو تو امریکہ میں زیادہ عرصہ ٹھہرنا اور قیام کرنا چاہیے تاکہ ملاقات کے متمنی آپ سے مل سکیں۔"

(حیاتِ ناصر۔ جلد اول۔ صفحہ نمبر 660)

پیاری بہنو! آج یہی الفاظ ہماری زندگیوں کا حصہ بن چکے ہیں اور دنیا ہمیں اِنہی الفاظ سے پہچانتی ہے۔ یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جماعت احمدیہ پر جب جب ابتلا آئے تب تب خدائے رحیم نے جماعت احمدیہ کو بے شمار افضال اور عنایات سے نوازا۔ جہاں مخالفین نے ایک گھر جلایا وہاں خدا تعالیٰ نے کئی گھر عطا کر دیے جس کی مثالیں بار بار ہم سب نے دیکھیں ہیں خدا تعالیٰ کے اپنی جماعت سے محبت اور سلوک کے نظارے ہمیں خلافت کے طفیل نظر آتے ہیں کیونکہ جماعت کا ہمیشہ ایک رہبر اور رہنما رہا ہے جس کے ہاتھ میں جماعت کی باگ دوڑ ہوتی ہے۔ وہ مسکراتا ہے تو سب مسکراتے ہیں۔ وہ بے چین ہو کر خدا کے حضور گریہ وزاری کرتا ہے تو جماعت بھی تڑپ اُٹھتی ہے۔ جماعت کی اس واحدانیت اور اجتماعیت پر خدا تعالیٰ کی چادر ہمیشہ تنی رہی ہے۔ مخالفین کے چلائے ہوئے مخالفت کے تیر جماعت اپنے سینوں پر سہتی ہے لیکن اِن سب کے بغض کے عوض ان کے لیے خیر کی دعائیں کرتی رہتی ہے اور "محبت سب کے لیے، نفرت کسی سے نہیں" کا اظہار کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ جماعت احمدیہ کے افراد حضورؒ کے اس پیغام "محبت سب کے لیے، نفرت کسی سے نہیں" کو ساری دنیا میں پھیلا سکیں تا کہ اس پیغام کی برکت سے بنی نوع انسان ایک خاندان کی طرح رہنے لگے اور دلوں سے نفرتیں اور کدورتیں ختم کر کے محبت اور امن کے پیغامبر بن کر دنیا کے کونے کونے میں محبت کے بیج بوئیں تا کہ سسکتی اور تڑپتی انسانیت چاہت کے پھل کھا کر امن اور آشتی سے ایک خدا کی عبادت کرنے لگ جائے اور توحید کی حکومت ساری دنیا میں قائم ہو جائے کہ یہی انسان کی پیدائش کا مقصد ہے۔ آمین۔

کیا آپ پہچان سکتے ہیں یہ مسجد کس جگہ ہے؟

(جواب کے لیے دیکھیں صفحہ نمبر:70)

مذاہبِ عالم اور پردہ

(امۃ السلام-Jamia Ahmadiyya)

اگر ہم تاریخ کا جائزہ لیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ حجاب قدیم زمانے سے ہی چلا آرہا ہے اور ہر مذہب کی کتب میں اس کا ذکر موجود ہے۔ پردے کا رواج آشوریوں، میسوپوٹیمیا، مقدونیہ، فارسی سلطنتوں اور قدیم یونان وغیرہ میں بھی پایا جاتا تھا۔

(https://en.wikipedia.org/wiki/Veil)

مغربی معاشرہ میں عام طور پر یہ تصور پایا جاتا ہے کہ پردہ ایک عورت کی ترقی کی راہ میں حائل ہے اور حجاب کرنے والی خواتین معاشرہ میں اپنے آپ کو ضم نہیں کرتیں۔ اس معاشرہ میں اگر کسی خاتون نے حجاب پہنا ہوا ہو تو اسے مسلمان ہی سمجھا جاتا ہے۔ جہاں یہ بات ایک مسلمان عورت کے لیے، خاص طور پر ایک احمدی مسلمان عورت کے لیے باعثِ افتخار ہے وہاں اُس پر یہ ذمہ داری بھی عائد کرتی ہے کہ معاشرہ کو یہ یاد کروایا جائے کہ پردہ دنیا کے ہر مذہب کی بنیادی تعلیمات میں سے ایک ہے۔ یہ یاد دہانی معاشرہ میں امن و آشتی اور ہم آہنگی کی فضا پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کرے گی۔

اب ہم ذیل میں دنیا کے چند بڑے مذاہب کا تذکرہ کرتے ہیں جن میں پردہ کا واضح تصور ملتا ہے۔

ہندو مذہب میں پردہ

برصغیر میں کئی ہزار سال سے ہندومت غالب مذہب کے طور پر رائج ہے۔ ابتدا سے ہی ہندو معاشرہ میں عموماً شریف اور معزز خواتین باحیا لباس اور پردہ کی پابندی کرتی نظر آتی ہیں۔ یہ تسلسل اس بات کا ثبوت ہے کہ پردہ اور حیا انسان کی فطرت میں داخل ہیں اس کے ساتھ ساتھ ہندومت کی مقدس کتب میں بھی پردہ کی پابندی کی تعلیم ملتی ہے۔ چنانچہ ہندومت کے مذہبی مقدس مجموعہ وید کی سب سے اہم کتاب رگ وید میں براہمہ خدا عورت کو مخاطب کر کے کہتا ہے:

ترجمہ: اے عورتو! اپنی آنکھیں نیچی رکھو اور اوپر نہ دیکھو۔ اپنے پاؤں قریب قریب رکھو (مناسب اور باحیا طریق سے کھڑے ہو۔) کوئی بھی تمہارے جسم کا وہ حصہ نہ دیکھ سکے جسے لباس چھپاتا ہے۔ کیونکہ براہمہ خدا نے تمہیں عورت بنایا ہے۔

(/https://www.alfazl.com/2024/03/07/91786)

یہودیت میں پردہ

یہودی مذہب کے ماننے والے بائبل کے قدیم عہد نامے کو مقدس مذہبی کتاب قبول کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ قدیم عہدنامے کی متعدد آیات میں نیک، پاک اور باحیا خواتین کے پردہ کرنے کا ذکر ملتا ہے۔ تورات کی پہلی کتاب پیدائش میں حضرت اسحاقؑ کی اہلیہ کا ذکر ملتا ہے کہ ان کی شادی سے پہلے جب انہوں نے حضرت اسحاقؑ کو دیکھا تو انہوں نے پردہ کیا۔ چنانچہ لکھا ہے:

"اور ربقہ نے نگاہ کی اور اضحاق کو دیکھ کر اُونٹ پر سے اُتر پڑی۔ اور اُس نے نوکر سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے جو ہم سے ملنے کو میدان میں چلا آرہا ہے؟ اُس نوکر نے کہا یہ میرا آقا ہے۔ تب اُس نے برقع لے کر اپنے اُوپر ڈال لیا۔"

(پیدائش۔ باب 24۔ آیت 64 تا 65)

یہودیت کی فقہ کی کتاب طالمود میں سبت کے احکام میں عورتوں کے سر کے بال ڈھانپنے اور مناسب لمبے پردہ دار لباس میں گھر سے باہر جانے کی تعلیم ملتی ہے۔ چنانچہ طالمود میں لکھا ہے:

ترجمہ: چھوٹی عمر کی لڑکیاں جھالر والے لباس کے ساتھ اور کانوں میں بالیوں کے ساتھ گھر سے باہر جاسکتی ہیں۔ عرب یہود خواتین اپنے لمبے پردوں اور مید (ایک علاقہ کا نام) کی یہود عورتیں اپنی بڑی اوڑھنیوں میں باہر جاسکتی ہیں۔ الغرض تمام خواتین باہر جاسکتی ہیں۔۔۔ وہ اپنی اوڑھنی کے کنارے پر ایک پتھر، نٹ یا سکہ (بٹن کے طور پر) استعمال کے لیے باندھ سکتی ہیں۔ بشرطیکہ یہ تمام اہتمام خاص طور پر سبت کے لیے نہ ہو۔

(https://www.alfazl.com/2024/03/07/91786/)

اسی لیے یہودیت کے ایک فرقہ orthodox سے تعلق رکھنے والی خواتین میں اپنا سر ڈھانپ کر پردہ کرنا عام ہے۔ اور شادی شدہ یہودی خواتین سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنے شوہر یا قریبی خاندان کے افراد کے علاوہ مردوں کی موجودگی میں اپنے بالوں کو ڈھانپیں۔

عیسائیت میں پردہ

عیسائی مذہب کے ماننے والے حضرت مریم علیہ السلام کی شخصیت کو بطور نمونہ دیکھتے ہیں۔ ان کی تصویریں اس طرح بنائی جاتی ہیں کہ سوائے چہرہ کے پورا جسم چھپا رہتا ہے۔ چرچ کی راہبات سوائے چہرہ کے پورے جسم کو چھپانے والا ڈھیلا ڈھالا لباس پہنتی ہیں۔ جن مغربی ملکوں میں برقع یا حجاب پر پابندی لگائی گئی ہے وہاں بھی چرچ کی راہبات کو اپنا بدن ڈھانک کر رکھنے کی اجازت دی گئی ہے۔

عیسائی پرانے عہد نامے کے ساتھ نئے عہد نامے پر بھی کاربند ہیں۔ نئے عہد نامے میں عورتوں کے سر کو ڈھانپنے کا حکم وضاحت سے ملتا ہے:

”جو عَورت بے سر ڈھنکے ہُوئے دُعا یا نبُوت کرتی ہے وہ اپنے سر کو بے حُرمت کرتی ہے کیونکہ وہ سر منڈی کے برابر ہے۔ اگر عَورت اوڑھنی نہ اوڑھے تو بال بھی کٹائے۔ اگر عَورت کا بال کٹانا یا سر منڈانا شرم کی بات ہے تو اوڑھنی اوڑھے۔“

(کرنتھیوں کے نام پہلا خط: باب 11 آیت 5 تا 6)

بدھ مت میں پردہ کی تعلیم کا ذکر

بدھ مت اپنے فلسفہ اخلاقیات کی وجہ سے دنیا میں شہرت رکھنے والا مذہب ہے۔ مہایانہ بدھ مت کی اہم کتاب میں گوتم بدھ کی شادی سے قبل کا ایک واقعہ ملتا ہے جب ان کی بیوی اپنے ہونے والے سسر، ساس اور قریبی رشتہ داروں کے سامنے آئی تو وہ مکمل طور پر باحجاب نہیں تھی۔ بدھ کے اہل خانہ نے اعتراض کیا کہ شادی شدہ عورت کو باحجاب ہونا چاہیے۔ اگرچہ بدھ کی ہونے والی اہلیہ نے اس موقع پر جواب دیا کہ اصل پردہ تو نظر اور دل کا پردہ ہے۔ ظاہری پردہ اگر نیت اور روح سے خالی ہو تو اس سے زیادہ بے لباس چیز کوئی نہیں۔

اس حوالہ سے ایک یہ بات مستنبط ہوتی ہے کہ بدھ کے زمانے میں بھی خواتین پردہ کی پابندی کرتی تھیں۔ جہاں تک بدھ کی بیوی کے جواب کا تعلق ہے تو پردہ کی اصل روح نفس اور دل کی پاکیزگی ہی ہے۔ دکھاوے کے لیے ظاہری لباس پہننے والیوں کو تو رسول اللہ ﷺ نے قیامت کے دن بے لباس قرار دیا ہے۔ پھر یہ سوال بھی قابل حل ہے کہ بدھ کے وقت میں شریعت میں کس حد تک پردہ کی کس صورت کا حکم تھا؟ قریبی اہل خانہ کے سامنے پردہ کی کیا شکل ہو گی؟ بدھ نے یہ ہرگز نہیں کہا کہ پردہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ حوالہ اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ بدھ مت کے وقت میں بھی پردہ کی کوئی صورت قابل عمل تھی۔

(پردہ، حیا، عفت ایک عالمگیر مذہبی تعلیم، الفضل انٹرنیشنل 7 مارچ 2024ء)

حجاب فطری امر ہے

حجاب بے شمار برائیوں اور عیوب سے محفوظ رکھتا ہے۔ اہل مغرب کی تقلید کرنے والے اور نام نہاد ’روشن خیال‘ اس کو معیوب سمجھتے ہیں اور اس کو عورت کے لیے ایک قید تصور کرتے ہیں۔ کچھ مغربی ممالک اسلام کی دشمنی میں حجاب کو روکنے کے لیے نت نئی پابندیاں عائد کرنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں اور ایسا صرف وہ اسلام کی دشمنی میں کرتے ہیں جبکہ تمام ادیان الٰہی میں نہ صرف عورت بلکہ مرد کے لیے بھی حجاب اور پردہ واجب قرار پایا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں یہ پیغام دنیا بھر میں امن و آشتی پیدا کرنے کے لیے عام کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

جب کلمہ فشاں ہوئی تھیں وادیاں!

(صدیقہ سلطانہ۔Oxford)

لجنہ اماء اللہ امن و آشتی کا پیغام پہنچانے کی غرض سے دور دراز کے علاقوں کا سفر کرنے کے لیے بھی ہمہ وقت تیار رہتی ہے۔ Truro ساؤتھ ویسٹ ریجن کا ایک چھوٹا سا شہر ہے جو کارن وال (Cornwall) کی کاؤنٹی میں آتا ہے۔کارن وال (Cornwall) کی لجنہ تعداد میں کم ہونے کی وجہ سے برسٹل شہر کے ساتھ منسلک ہیں مگر تعداد میں کم ہونا، اُن کی اسلام احمدیت کا امن و آشتی کا پیغام پھیلانے کی راہ میں ہرگز حائل نہیں ہوتا۔ باقاعدگی سے لیف لیٹ تقسیم کرنا، وہاں کے انٹر فیتھ فورم کے ساتھ رابطہ رکھ کر ان کے پروگرامز میں شرکت اور اسلام کی نمائندگی کرنا اور تبلیغ کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دینا وہاں کی لجنہ کا شیوہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل اور وہاں کی لجنہ کی کاوشوں سے ایک ایسے موقع پر مجھے بھی شرکت کرنے کی توفیق ملی۔

کارن وال انٹر فیتھ فورم نے اپنے پروگرامز کرنے کے لیے ایک اچھی کھلی جگہ حاصل کی۔اُس کے ساتھ ایک وسیع و عریض میدان بھی تھا جس کا نام "پیس گارڈن" رکھا گیا تھا۔ اس میدان کو سجانے کے لیے انہوں نے تمام اراکین کو دعوت دی کہ وہ اپنے مذہب کی طرف سے اس میدان میں ایک درخت لگائیں۔ ہماری لجنہ آنٹی قدسیہ وارڈ صاحبہ اور آنٹی میمونہ صاحبہ نے خاکسار کو اطلاع کی۔ خاکسار اُس وقت برسٹل کی صدر لجنہ اماء اللہ کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پا رہی تھی۔ ہم نے ساؤتھ ویسٹ ریجن کی صدر صاحبہ سے منظوری لی اور انٹر فیتھ فورم والوں کو بھی پیغام دے کر حامی بھر لی اور اللہ کا نام لے کر تیاری شروع کر دی۔ سارا پروگرام طے کیا، ٹرین کی ٹکٹیں خریدیں، درختوں کا انتخاب ہوا، پھر خریدے گئے، ان کے ساتھ تختیاں بنوائیں۔ کارن وال کی تمام لجنہ کو اطلاع کی تاکہ وہ بھی اس پروگرام میں شرکت کر سکیں۔ چونکہ سب نے بہت دور دور سے آنا تھا اس لیے قبل از وقت اطلاعات دینا بہت ضروری تھا۔ برسٹل کی کسی صدر کا شاید وہاں بہت عرصہ بعد دورہ تھا اس لیے وہاں ایک جنرل میٹنگ کا بھی اہتمام کر لیا گیا۔ یہ سارے انتظامات ہماری پیاری لجنہ قدسیہ وارڈ صاحبہ اور میمونہ صاحبہ ہی کر رہی تھیں۔

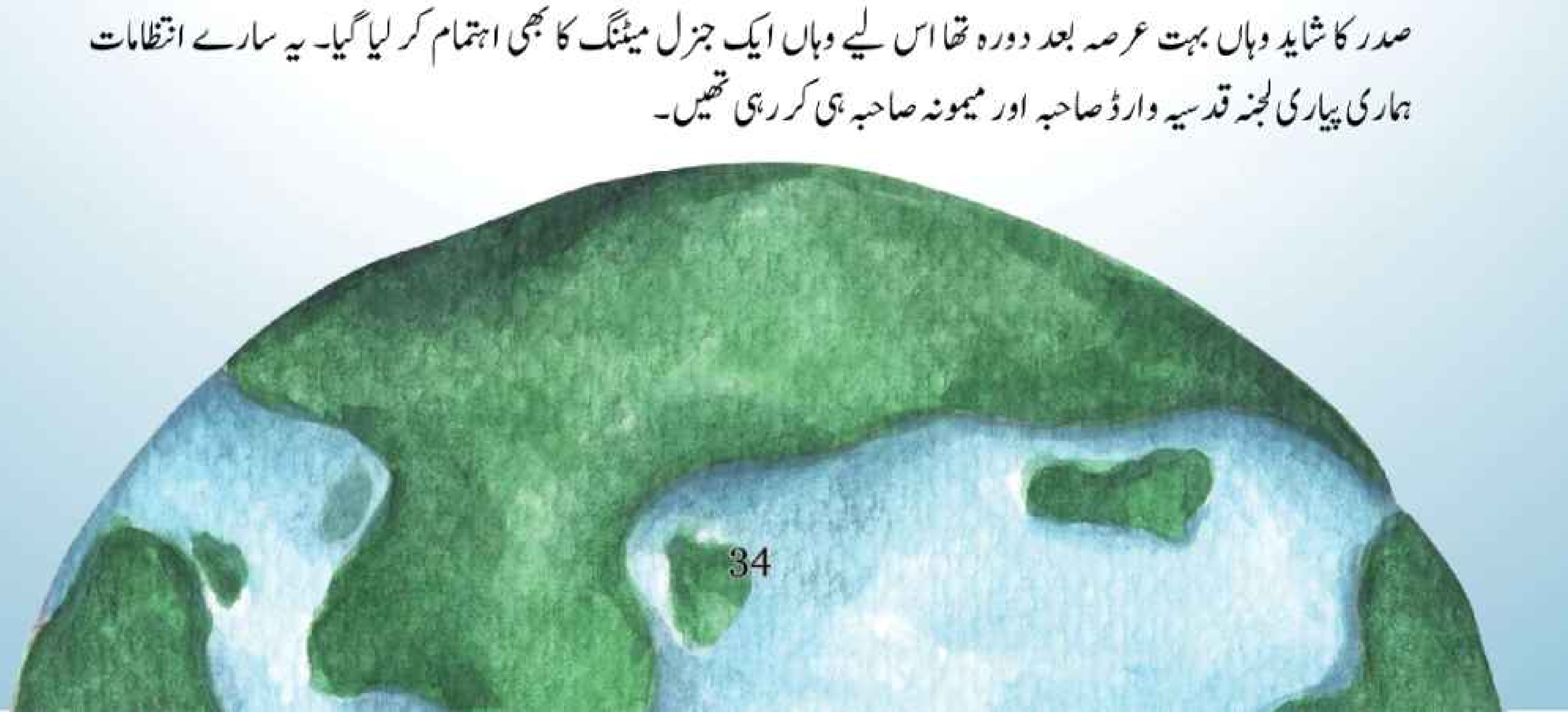

ہم نے پروگرام کی کامیابی کے لیے پیارے آقا کو خط لکھے، صدقہ دیا اور خوب دعا بھی کی۔ میں نے اپنے تین بچوں کے ساتھ ٹرین پر سفر کرنا تھا اور چوتھے بچے کی آمد آمد تھی، اس لیے سفر سے تھوڑی گھبراہٹ بھی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے میری گھبراہٹ دور کرنے کا بندوبست میرے گھر ہی بھیج دیا۔ میری ایک عزیزہ فروری کی چھٹیاں گذارنے میرے گھر آئیں اور میرے ساتھ ٹرورو بھی چلنے کے لیے تیار ہو گئیں۔ یوں اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کا نظارہ ہم نے سفر شروع کرنے سے پہلے ہی دیکھ لیا۔ الحمد للہ 17 فروری کی صبح ہم بذریعہ ٹرین 4 گھنٹے کا سفر طے کرکے برسٹل سے ٹرورو پہنچے۔ ریجنل صدر صاحبہ نے بذریعہ کار وہاں پہنچنا تھا۔

ابھی پروگرام شروع ہونے میں وقت تھا تو آنٹی نے مشورہ دیا کہ یہاں کا ایک مشہور cathedral ہے، اُس وقت تک وہ بھی دیکھ لینا چاہیے۔ ٹرورو cathedral کی تعمیر 1880 میں شروع ہو کر 1910 میں مکمل ہوئی۔ یہ گوتھک فن تعمیر کا اعلیٰ نمونہ ہے مگر اب اس کی حالت کچھ خستہ ہو چکی تھی اور اس کی چھت کی مرمت کے لیے cathedral والے چندہ اکٹھا کر رہے تھے۔ انہوں نے ہم سے بھی چندہ کی درخواست کی۔ ہم نے ان کو کچھ رقم دی تو انہوں نے ہمیں ایک بڑی سی ٹائل دی کہ اس پر آپ جو بھی پیغام لکھنا چاہیں لکھ دیں ہم آپ کی طرف سے یہ چھت میں نصب کروادیں گے۔ لوگ ان ٹائلوں پر اپنے پیاروں کے نام لکھواتے ہیں، کچھ لوگ اپنے مرحومین کی یاد میں ان کے نام وغیرہ لکھ کر ٹائل لگواتے ہیں۔ ہم نے سوچا اس کلیسا کی چھت کو ایک خدا کی واحدانیت کا سہارا دینا چاہیے۔ چنانچہ ہم نے اس ٹائل پر کلمہ طیبہ تحریر کیا اور وہ تختی ان کو دے دی۔ ہم خطاطی کے ماہر تو ہرگز نہ تھے مگر اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اس توفیق پر بہت شکر گزار ہوئے۔ الحمد للہ

پھر ہم کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر مطلوبہ مقام پر پہنچے۔ وہ واقعی بہت خوبصورت جگہ تھی اور اس دن موسم بھی سہانا تھا۔ ہم جتنا عرصہ مرضی انگلستان میں رہ لیں، ہمارے سہانے موسم کی تعریف یہی ہے کہ اس دن ہلکے ہلکے بادل اور ہلکی پھلکی بارش ہو رہی تھی۔ جو جل تھل تو نہ کرے مگر ہریالی کو اور تازہ کر کے نکھار دے۔

انتظامیہ نے درخت لگانے کی جگہیں پہلے سے انتخاب کر لی تھیں۔ اب ہم مختلف مذاہب کے نمائندگان درخت لگانے میں مصروف ہو گئے۔ وہ حیران تھے کہ یہ برقع پوش خواتین کیا کریں گی۔ مگر ہمارے تو بچے بھی ماشاء اللہ سے خوب تندہی سے زمین کھود کر درخت کے لیے جگہ تیار کرنے میں مصروف تھے۔ زمین کھودنے کے بعد ہم نے وہاں دو درخت لگائے ایک لجنہ اماء اللہ ساؤتھ ویسٹ کی طرف سے(Silver Birch) اور دوسرا احمدیہ مسلم ایسوسی ایشن ساؤتھ ویسٹ کے طرف سے(Oak)۔

وہاں یہودی، عیسائی، بہائی وغیرہ مذاہب کے کافی نمائندہ افراد موجود تھے۔ ان کے علاوہ آرگنائزرز بھی تھے۔ جب درخت لگا لیے تو انہوں نے سب کو اپنے خیالات کا اظہار کرنے کا موقع دیا اور کہا کہ اگر ہم کوئی پیغام دینا چاہیں تو دے دیں۔ ریجنل صدر صاحبہ نے خاکسار کو ہدایت فرمائی کہ میں کچھ اظہار کر دوں۔ موقع کی مناسبت سے جو بھی اُس وقت میرے ذہن میں فی البدیہ آیا، میں نے خیالات کا اظہار کر دیا۔ مکمل پیغام تو اب مجھے یاد نہیں کہ کیا کہا تھا مگر سب سے پہلے انٹر فیتھ فورم کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے یہ سب انتظام کیا اور یہ کہ دنیا میں کہیں بھی معاشرہ میں امن پھیلانے کی بات ہو گی تو آپ ہم احمدی مسلمان عورتوں کو مردوں کے شانہ بشانہ کھڑا ہوا پائیں گے اور آج ہمارا یہاں اتنا لمبا سفر طے کر کے آنا اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

بعد میں آرگنائزر صاحب نے خاص طور پر آکر کہا کہ آپ کا پیغام بہت عمدہ تھا اور یہ کہ ہم نہیں جانتے تھے کہ مسلمان خواتین امن و آشتی کے لیے اتنی پر عزم ہیں۔ خیر اس میں میرا تو کوئی کمال نہ تھا، پیغام اسلام کا تھا اور عزم خدا کی دین اور امامِ وقت کی دعاؤں کا نتیجہ تھا۔

اس کے بعد انہوں نے کچھ نظمیں یا گانے شروع کر دیے۔ وہاں بھی خدا نے ہمیں توفیق عطا کی اور ہم کلمہ طیبہ پڑھنے لگے۔ وہ سماں ہی کچھ اور تھا۔ وہ وادیاں جہاں نہ کبھی اذان کی آواز گونجی، نہ وہاں کی ہوائیں اپنی لہروں کے دوش پہ خدا کے کلام کی آواز اُٹھائے مست جھومیں اور نہ ہی وہاں کے درخت پودے پھول پتے خدا کی وحدانیت کے گواہ بنے۔ مگر آج! آج ان کی زندگیوں میں وہ خاص دن تھا جب کلمہ فشاں ہوئی تھیں وادیاں!

ہم سب خوب جوش و خروش سے جلسہ سالانہ میں افریقن بھائی بہنوں کی طرف سے پڑھے جانے والے کلمہ کو اپنی بھرپور اونچی آوازوں میں پڑھنے لگے۔ یہ نظارہ سب کے لیے ہی خاص تھا۔ شاید اسی لیے دیکھتے دیکھتے ایک طرف سورج نے بادلوں کے پیچھے سے جھانکا تو دوسری طرف دھنک بھی اپنا جلوہ دکھانے نکل آئی۔

عصرانہ کے بعد ہم "پیس گارڈن" سے واپس آگئے۔ اپنی جنرل میٹنگ کی اور مقررہ وقت پر ٹرین سے واپس چار گھنٹے کا سفر کر کے برسٹل پہنچ گئے۔

شدید رویّے (Bullying) اور ذہنی صحت

(ڈاکٹر امۃ الحی خالد۔ Scunthorpe)

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں محبت کرنا رکھا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے بالمقابل جذبہ یعنی نفرت بھی پیدا کیا ہے۔ اسی طرح اگر نرم مزاجی ہے تو تلخ مزاجی بھی پائی جاتی ہے، غصہ ہے تو تحمل بھی ہے۔ یعنی ہر مثبت رویے کے مدِ مقابل ایک منفی رویہ بھی موجود ہے۔ جن میں توازن معاشرہ میں امن اور ہم آہنگی کا ضامن ہے مگر بعض اوقات ان جذبات میں میانہ روی کی کمی انسان کے رویوں کو ایک طرف جھکا دیتی ہے اور ان میں توازن برقرار نہیں رہتا۔ جب اس طرح بغیر توازن کے لوگ معاشرہ میں جاتے ہیں تو اپنا اثر دوسروں پر بھی ڈالتے ہیں۔ مثبت اور متوازن رویے تو ماحول میں امن کی فضا قائم کرتے ہیں مگر منفی رویے جب اپنی ذات سے باہر ہوتے ہیں تو معاشرہ میں بگاڑ پیدا کر دیتے ہیں۔ ان شدید رویوں کا اظہار عموماً اور طبعاً معاشرہ کے کمزور طبقہ پر کیا جاتا ہے جس کی ایک قسم کو عرفِ عام میں racism یا bullying کہتے ہیں۔

یہ مضمون bullying کی مختلف اقسام، متاثرہ افراد کی علامات اور برطانیہ میں اس کے متعلق مدد فراہم کرنے والے اداروں کی معلومات پر مبنی ہے۔ اس کے علاوہ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اسلامی تعلیمات پر عمل ہی ایک پُر امن معاشرہ کی ضمانت دے سکتا ہے۔

Bullyingاور اسکی اقسام

Bullyingسے مُراد ہے ستانا، دھمکانا، دبانا اور دباؤ ڈالنا۔ دیکھا گیا ہے کہ یہ جان بوجھ کر بار بار جارحانہ رویّے کے طور پر کی جاتی ہے۔ سکول جانے کی عمر کے بچوں میں bullying ایک عام مسئلہ ہے، لیکن یہ کسی بھی عمر کے کسی بھی طبقہ کے لوگوں کو متاثر کر سکتی ہے۔bully کرنے والا جان بوجھ کر جارحانہ رویہ اختیار کرتا ہے جس کا مقصد اکثر ڈرانا اور کنٹرول کرنا ہوتا ہے اور اس کا دائرہ زبانی کلامی دھمکی سے لے کر تشدد کی واضح کارروائیوں تک وسیع ہو سکتا ہے۔ اس میں سب سے قابلِ ذکر جُزو ایک bully کرنے والے اور اس کے شِکار کے درمیان طاقت کا عدم توازن ہے۔

Bullying کی مختلف اقسام

1۔ جسمانی bullying

جیسا کہ ہاتھا پائی، مُک مارنا، کسی کو جان کر گرانے کی کوشش کرنا، دھکا دینا، کسی پر تھوکنا وغیرہ وغیرہ۔

2۔ زبانیbullying

جیسے طعن و تنقید، جسمانی ایذا رسانی کی دھمکی، بُرے نام سے پُکارنا یا بُرے الفاظ کا استعمال، چیخنا، خوفزدہ کرنا، کسی کے خلاف کوئی افواہ پھیلانا، کسی کو جان بوجھ کر کسی سرگرمی میں سے نِکال دینا، غیبت وغیرہ وغیرہ۔

3۔ رشتہ داروں اور عزیز و اقارب میںbullying

اس سے مراد ہے کسی شکار کی ساکھ یا تعلقات کو نقصان پہنچانا اور متاثرہ فرد کو عوام میں شرمندہ کرنا، افواہیں پھیلانا، جان بوجھ کر انہیں کسی گروپ سے باہر نکالنا۔

4۔ سائبر bullying

سائبرbullyingسے مُراد ہے ڈجیٹل دُنیا میں کسی کے بارے میں ٹیکنالوجی کے استعمال سے اس کے اوپر ذاتی حملہ۔ اس کو نقصان پہنچانے کے لیےbully کرنا جیسا کہ تنقید، افواہ، شرم ناک تصاویر، impersonation یعنی کسی کا سوشل میڈیا اکاونٹ کا پاس ورڈ چوری کر لینا اور فیک اکاونٹ بنانا، ڈیجیٹل دھمکیاں جیسے کوئی ویڈیو لیک کرنے کی دھمکی۔ آجکل سائبر bullying بہت بڑھ گئی ہے۔ انٹرنیٹ ایک شیطانی کھیل کا میدان ہے اس لیے بہت خیال کرنا چاہیے۔ سوشل میڈیا پلیٹ فارم جیسے فیس بک، انسٹاگرام، اور سنیپ چیٹ پر آپ فوری طور پر تصاویر اور ویڈیوز ایک لمحہ میں دنیا بھر میں بھیج سکتے ہیں۔

5۔ جنسی تعصّب Sexual Bullying

جیسا کہ جنسی تبصرے، طعنے، دھمکیاں، خوف زدہ کرنے کے لیے نامناسب جسمانی رابطہ، جنسی تصاویر یا ویڈیوز بھیجنا وغیرہ۔

6۔ عصبیت پرستی Prejudicial Bullying

یہ نسل پرستی کی ایک قسم ہے جہاں بُلی کرنے والے کا مرکز نسل یا ثقافت ہوتی ہے۔ نسل پرستانہ ناموں سے پکارنا، توہین آمیز پیغامات یا دھمکیاں دینا، کسی مذہب کی وجہ سے جان بوجھ کر کسی کو تکلیف دینا، چھیڑنا، نظر انداز کرنا اور لطیفے سُنانا وغیرہ وغیرہ۔

(https://www.verywellmind.com/what-are-the-different-types-of-bullying-5207717)

آیئے اب bullying سے پیدا ہونے والی علامات اور اس کے اثرات پر نظر دوڑائیں

Bullying سے متاثرہ افراد کی علامات

دیکھا گیا ہے کہ bullying سے متاثرہ افراد میں مندرجہ ذیل علامات پائی جاتی ہیں:

1۔ اچانک سے غصہ اور بغیر وجہ رونا۔
2۔ نااُمیدی اور خالی پَن کا احساس۔
3۔ حالات کے بالمقابل غم و غصّہ کا غیر متناسب اظہار۔
4۔ ایسی تمام سرگرمیوں سے دل اُچاٹ ہو جانا جو عمومی طور پر دل بہلاتی ہیں۔
5۔ اپنی صلاحیتوں پر شک کرنا، کمزور قوّتِ ارادی، خود اعتمادی کا فقدان۔
6۔ ایک جگہ توجہ مرکوز کرنے میں دِقّت۔
7۔ سکول سے یا سکول میں ہونے والی سرگرمیوں سے یکدم دُور ہو جانا۔

bullying کے ہماری صحت پر اثرات:

1. ڈپریشن Depression

اگر کوئی فرد ہفتوں یا مہینوں کے لیے دکھی محسوس کرے یہاں تک کہ یہ دکھی احساسات اُس کے زندگی کے ہر شعبے کو متاثر کرنے لگیں تو اِس کا مطلب ہے کہ وہ ڈپریشن میں مبتلا ہے۔ نیند اور کھانے کی عادات میں تبدیلی، احساسات اور جذبات میں تبدیلی، حتیٰ کہ خودکشی کے رجحانات کا پیدا ہونا اور ہر خوشی دینے والی سرگرمی سے علیحدگی ڈپریشن کی علامات میں شامل ہیں۔

2. بے چینی Anxiety

مثلاً bully ہونے کا خوف، اس وجہ سے اسکول یا آفس میں نئے لوگوں کے ساتھ تعلقات بنانے میں دشواری۔

3. کارکردگی میں کمی

Bully ہونے کی وجہ سے بچوں اور بڑوں دونوں کی کارکردگی متاثر ہوتی ہے۔ بچوں کے لیے تعلیمی نصاب کے ساتھ چلنا مشکل ہو جاتا ہے اور نہ صرف اِن کا سکول جانے کو دل نہیں کرتا بلکہ کھیل کود میں حصہ لینے سے بھی گھبراتے ہیں۔

4. اپنے آپ کو باقیوں سے کمتر سمجھنا۔

ایسے بچے اور بڑے سمجھتے ہیں کہ ہم دوسروں سے کم تر ہیں اور وہ تمام چیزیں جن کو باقی انجوائے کر رہے اِن کو اس کا حق نہیں۔

5. خوداعتمادی کا خاتمہ۔

6. اکیلے پن کا احساس۔

(https://www.mcleanhospital.org/essential/bullying-kids-teens)

Bullying کا انسانی دماغ پر کیا اثر ہوتا ہے

کنگز کالج لنڈن کی ایک نئی تحقیق کے مطابق bullying ایک بالغ انسان کے اُوپر نہ صرف نفسیاتی اثر کرتی ہے بلکہ اس کے دماغ کی ساخت میں بھی تبدیلی پیدا کرتی ہے۔ ایک تجزیے کے مطابق ایسے شاگرد جن کی مستقل اور شدید bullying کی جاتی ہے اُن کے دماغ کے اہم حصوں جیسا کہ Caudate اور Putamen کے حجم میں کمی دیکھی گئی ہے۔ یہ دماغ کی تبدیلی کی گئی bully اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے اضطراب یعنی anxiety کی نشان دہی کرتی ہے۔ اس تحقیق کے مطابق ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ جلد از جلد متاثرہ افراد کو اس صورتحال سے نکالا جائے تاکہ دماغ کی ساخت کو مستقل نقصان سے محفوظ رکھا جاسکے۔

(https://www.kcl.ac.uk/archive/news/ioppn/records/2018/december/how-bullying-affects-the-brain)

Bullying کی رپوڑٹنگ کیسے کی جاتی ہے

Bullying کی شناخت اور اِس کی روک تھام بہت ضروری ہے۔
Racism اور Bullying کے واقعات کو رپورٹ کرنے کے لیے برطانیہ میں کافی ادارے کام کر رہے ہیں جیسا کہ

1۔ نیبر ہوڈ واچ (NW) Neighbourhood Watch

یہ رضاکارانہ ادارہ معاشرہ میں جرائم کی روک تھام اور امن کے لیے communities کو وسائل، منصوبے اور نیٹ ورک فراہم کرتا ہے۔ آپ Bullying اور Racism کے واقعہ کے بارے میں اس ویب سائٹ پر جا کر اپنا پوسٹ کوڈ لکھ کر اپنے علاقے کے NW ادارہ کو bullying اور racism کے واقعہ کے بارے میں اطلاع کر سکتے ہیں۔ یہاں وسیع پیمانے پر مختلف جرائم کے بارے میں معلومات اور رہنمائی ملتی ہے۔
اس ادارہ کا آن لائن لنک مندرجہ ذیل ہے: https://www.ourwatch.org.uk

2۔ نیشنل ہیلپ لائین یو کے National bullying helpline

ایک ایسا ادرہ ہے جہاں مفت اور مکمل راز داری کے ساتھ bullying سے متاثرہ افراد کو مدد فراہم کی جاتی ہے۔ اس ادارہ کی طرف سے نہ صرف bully کیے جانے والے بچوں کے والدین کو معلومات فراہم کی جاتی ہیں بلکہ ملازمت پیشہ افراد کے لیے کام کی جگہ پر bullying اور شدّید رویوں کے بارے میں بھی رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہیں نیز یہاں کسی بھی جگہ پر پیش آنے والے bully کے واقعہ کی رپورٹنگ کی جاسکتی ہے۔

اس ادارہ کی مدد سے آپ کو مندرجہ ذیل معاملات میں رہنمائی مل سکتی ہے:

1۔ دفتر اور سکول میں bullying کی شناخت اور روک تھام
2۔ ملازمت پیشہ افراد کے لیے بُلی کے مسائل اور ان سے نمٹنے کے طریقے
3۔ مینیجر کے لیے ہدایات
4۔ والدین کے لیے خاص ہدایات کہ وہ bullying کے واقعہ کے بارے میں سکول سے کیسے رابطہ کریں اور اس صورت حال کو کیسے اساتذہ کی نظر میں لایا جائے۔
5۔ سائبر bullying کی وجہ سے آجکل بہت سے والدین پریشان ہیں۔ اگر کوئی اس کا شکار ہے تو یہ ادارہ اسے روکنے کے لیے مدد فراہم کرتا ہے۔
6۔ آجکل self-harm اور خود کشی کا تناسب بہت بڑھ گیا ہے۔ یہ ادارہ اس معاملہ میں اور ملازمت پیشہ افراد کے اوپر زیادہ کام کا دباؤ، bullying سے متعلق ذہنی صحت کے بارے میں مدد فراہم کرتا ہے۔

اس کا لنک مندرجہ ذیل ہے۔

National Bullying Helpline

https://www.nationalbullyinghelpline.co.uk

آیئے اب ہم bullying اور racism کے بارے میں اپنے مذہب کی پیاری تعلیم پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

Bullying اور Racism سے متعلق اسلام کی تعلیم

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو رواداری، مساوات، محبت اور امن کی تعلیم دیتا ہے۔ اور تفرقہ، تمسخر اور تعصب کی تمام اقسام کی حتمی طور پر نفی اور سدِباب کرتا ہے۔ موجودہ زمانے میں جہاں اس قسم کی بُرائیاں بہت زیادہ ہیں ضروری ہے کہ ہم اپنے گھر کے تمام افراد کو اِسلام کی اِس حسین تعلیم سے آگاہ کریں تاکہ وہ خود بھی اس بُرائی سے بچیں اور اپنے اردگرد لوگوں کو بھی اسلام کا پیغام پہنچائیں۔

قرآن مجید کی تعلیمات

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! (تم میں سے) کوئی قوم کسی قوم پر تمسخر نہ کرے۔ ممکن ہے وہ ان سے بہتر ہو جائیں۔ اور نہ عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں)۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہو جائیں۔ اور اپنے لوگوں پر عیب مت لگایا کرو اور ایک دوسرے کو نام بگاڑ کر نہ پکارا کرو۔ ایمان کے بعد فسوق کا داغ لگ جانا بہت بُری بات ہے۔ جس نے توبہ نہ کی تو یہی وہ لوگ ہیں جو ظالم ہیں۔"

(سورۃ الحجرات: 12۔ اردو ترجمہ بیان فرمودہ خلیفۃ المسیح الرابع حضرت مرزا طاہر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ)

حدیث مبارکہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔
(بخاری کتاب الایمان۔ باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ)

شرائط بیعت حضرت مسیحِ موعودؑ

شرطِ چہارم

"یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔"

اقتباس حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

"تکبر کئی قسم کا ہوتا ہے۔ کبھی یہ آنکھ سے نکالتا ہے جبکہ دوسرے کو گھور کر دیکھتا ہے تو اس کے یہی معنی ہوتے ہیں کہ دوسرے کو حقیر سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے۔ کبھی زبان سے نکالتا ہے اور کبھی اس کا اظہار سر سے ہوتا ہے اور کبھی ہاتھ اور پاؤں سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ غرضیکہ تکبر کے کئی چشمے ہیں اور مومن کو چاہیے کہ ان تمام چشموں سے بچتا رہے اور اس کا کوئی عضو ایسانہ ہو جس سے تکبر کی بو آوے اور وہ تکبر ظاہر کرنے والا ہو۔

صوفی کہتے ہیں کہ انسان کے اندر اخلاقِ رذیلہ کے بہت سے جنّ ہیں اور جب یہ نکلنے لگتے ہیں تو نکلتے رہتے ہیں مگر سب سے آخری جن تکبر کا ہوتا ہے جو اس میں رہتا ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل اور انسان کے سچّے مجاہدہ اور دعاؤں سے نکلتا ہے۔ بہت سے آدمی اپنے آپ کو خاکسار سمجھتے ہیں لیکن ان میں بھی کسی نہ کسی نوع کا تکبر ہوتا ہے۔ اس لیے تکبر کی باریک در باریک قسموں سے بچنا چاہیے۔ بعض وقت یہ تکبر دولت سے پیدا ہوتا ہے۔ دولت مند متکبر دوسروں کو کنگال سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ کون ہے جو میرا مقابلہ کرے۔ بعض اوقات خاندان اور ذات کا تکبر ہوتا ہے، سمجھتا ہے کہ میری ذات بڑی ہے اور یہ چھوٹی ذات کا ہے۔۔۔ بعض اوقات تکبر علم سے بھی پیدا ہوتا ہے۔ ایک شخص غلط بولتا ہے تو یہ جھٹ اس کا عیب پکڑ تا ہے اور شور مچا دیتا ہے کہ اس کو تو ایک لفظ بھی صحیح بولنا نہیں آتا۔ غرض مختلف قسمیں تکبر کی ہوتی ہیں اور یہ سب کی سب انسان کو نیکیوں سے محروم کر دیتی ہیں اور لوگوں کو نفع پہنچانے سے روک دیتی ہیں۔ اِن سب سے بچنا چاہیے۔"

(ملفوظات۔ جلد 3۔ ایڈیشن 1988۔ صفحہ نمبر 613 تا614)

حضور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی رہنمائی

ہمیں bullying کا جواب کیسے دینا چاہیے؟

نائیجیریا کے ایک طِفل نے آن لائن ملاقات میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ جب سکول میں کسی کو تنگ کیا جائے اور اس کو دھمکی دی جائے کہ وہ اپنے والدین کو یہ بات نہ بتائے، ورنہ اسے اور مار پیٹ کا نشانہ بنایا جائے گا تو اُسے کیا کرنا چاہیے؟ جس کے جواب میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کو کسی سے بھی ڈرنا نہیں چاہیے اور اپنے والدین اور اساتذہ کو بھی مطلع کرنا چاہیے۔ آپ متعلقہ افراد کو یہ بھی بتا سکتے ہیں کہ فلاں شخص نے دھمکی دی ہے کہ اگر میں نے اس کے متعلق کسی کو مطلع کیا تو وہ مجھے اور تنگ کرے گا اور مجھے اور مار پیٹ کا نشانہ بنائے گا۔ تو احمدیوں کو کسی سے بھی خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔ اگر آپ اپنے سکول کے ماحول کو بہتر کرنا چاہتے ہیں تو پھر آپ کو بہادر بننا ہو گا۔

(https://youtu.be/GJMSM-cBHlc?si=QpocwG710ldRD0GL)

اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری نسلوں کو bullying، racism اور تعصب جیسی بُرائیوں سے محفوظ رکھے اور اسلام کا پُرامن داعی بنائے۔ آمین

ربوہ کی پیاری بستی

(صالحہ وسیم نجم۔ Crawley)

کون سنتا تھا حدیث غم دل یوں تو مگر
ہم نے چھیڑی ہے تیرے نام سے تمہید اب کے
(احمد فراز)

کیا آپ کو کبھی خیال آتا ہے کہ اگر آپ کے والدین آپ کو مزید حصول تعلیم کے لیے ربوہ کی بجائے انگلینڈ بھیج دیتے تو بہتر ہوتا؟ یہ غیر متوقع سوال ایک ایسی عزیزہ کا تھا جسے خود ربوہ میں رہنے کا موقع نہیں ملا تھا، اس وقت مجھے داغ دہلوی کا یہ شعر یاد آگیا کہ

لطف مے تجھ سے کیا کہوں زاہد!
ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں

اگرچہ میں نے اُسے یہ جواب دینے پر اکتفا کیا کہ میں تو اپنے والدین کے فیصلے پر تاحیات ان کی ممنون رہوں گی، لیکن ساتھ ہی میں نے سوچنا شروع کیا کہ ربوہ میں چھ سال گزارنے کے نتیجے میں، مَیں نے کیا پایا اور کیا کھویا؟ پھر تو جیسے بیتے دنوں کے تصورات کی اتھاہ گہرائیوں میں کھو گئی اور مجھے ربوہ جانے اور اس سے پہلے کا زمانہ یاد آگیا۔ میرا بچپن اکثر ایسے مقامات پر گزرا تھا جہاں کوئی اور احمدی گھرانہ نہیں تھا۔ اگرچہ میرے والد صاحب کا حلقۂ احباب ہمیشہ وسیع رہا اور ہمیں بلا تفریق ہر قومیت کے لوگوں سے پیار ملا، تاہم شاید میرے والدین کے افعال واقوال سے مرکز احمدیت اور خلیفۂ وقت سے جو محبت اور عشق جھلکتا تھا، اس نے کمسنی سے ہی احمدیت کے روحانی رشتے کی اہمیت کا احساس میری رگ و جان میں بھر دیا تھا۔ مجھے صرف ایک سال کے لیے ایسے شہر میں رہنے کا اتفاق ہوا جہاں ایک احمدی گھرانہ تھا اور تب بھی مجھے احساس تھا کہ ہم دونوں خاندانوں کے مابین تعلق کچھ غیر معمولی قسم کا ہے۔

"اُمی کیا ربوہ میں سب لوگ اردو بولتے ہیں؟ کیا وہاں سب لوگ احمدی ہیں؟ کیا سکول میں ٹیچرز بھی شلوار قمیض پہنتی ہیں؟" میں اس قسم کے سوالات اکثر اپنی اُمی سے کیا کرتی تھی۔ میری امی نے خود بھی کبھی ربوہ نہیں دیکھا تھا لیکن احمدیت کا مرکز ہونے کے ناطے اُن کے دل میں اس مقدس شہر کے لیے ایک غیر معمولی کشش اور خاص جذبات تھے۔ اُمی میرے معصوم سوالات سے محظوظ ہوتیں اور ایسے طریق پر جواب دیتیں کہ میرے دل میں اس خاص بستی کو دیکھنے کا شوق پیدا ہوتا۔ میرے بھائی ربوہ جا چکے تھے اور وہ بعض اوقات وہاں کی باتیں سناتے جن میں سے کچھ باتیں اُس وقت میری سمجھ سے بالا تھیں! بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک مقام پر کبھی موسم گرم ہو جائے اور کبھی انتہائی سرد؟ لوگ اپنے کمروں سے باہر

آسمان تلے سوتے ہوں۔ اور وہ کیسی ہوا ہوتی ہے جو سرخ بگولوں کا روپ دھار لیتی ہے اور وہ چارپائیاں بھی اُڑا لے جاتی ہے ؟

آخر کار ہم نے افریقہ کو خیر باد کہا اور دل میں ہزاروں شوق لیے ربوہ کے لیے روانہ ہوئے اور بلا مبالغہ میرے دل کی دھڑکنیں ربوہ پہنچنے کے شوق میں بے ترتیب ہو کر مچل جاتی تھیں۔ پھر نومبر کی ایک سرد شام کو میں اپنی امی کے ساتھ ربوہ کے ریلوے سٹیشن پر اُتری۔ اس وقت اسٹیشن بہت چھوٹا سا تھا، جس پر روشنی کا بھی کوئی خاص انتظام نہیں تھا اور وہاں گنتی کے چند لوگ نظر آرہے تھے۔ ہمارے سوا وہاں کوئی اور نہیں اُترا۔ محترم چوہدری ظہور احمد مرحوم آڈیٹر اور محترم چوہدری شبیر احمد مرحوم، سابق وکیل المال تحریک جدید ہمیں لینے آئے ہوئے تھے۔ اُن سے ہمارے پُرانے خاندانی مراسم تھے لیکن میں تاریخ احمدیت کے ان درخشندہ ستاروں کے مقام سے بے خبر تھی۔ مجھے تو فقط یہ خوشی تھی کہ ہم ربوہ پہنچ گئے ہیں۔ میں نے اشتیاق کی نظر سے اپنے گردو پیش کو دیکھا اور انبساط کی ایک لہر جسم میں دوڑ گئی اور میں محویت کے عالم سے تب چونکی جب ٹانگہ ہماری میزبان کے گھر کے سامنے رُکا۔ ان جذبات کی لذت کا رنگ نرالا اور ناقابل بیان ہے۔

قریباً دو ہفتے ہمارا قیام دارالرحمت کے غلہ منڈی والے حصہ میں رہا۔ ایک دو مرتبہ اپنی میزبان خاتون کے ساتھ سبزی منڈی اور بازار جانے کا اتفاق ہوا۔ جاڑوں کی روشن دھوپ، مختلف نئی تازہ سبزیاں، ہر طرف اپنے لوگ اور خرید و فروخت کا نیا انداز! مجھے یہ سب بڑا دلچسپ لگا۔ اس وقت سڑکیں کچی تھیں اور چلنے سے بھی ہر طرف گرد اُڑتی تھی لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ مجھے وہ زمین، وہ فلک، وہ خورشید، وہ ماہ و انجم سبھی کچھ بھلا لگتا تھا۔

بازار جانے کا سب سے زیادہ لطف مجھے اپنی کورس کی کتابیں خریدنے میں آیا۔ مجھے سخت انتظار تھا کہ کب سکول لے جایا جائے گا۔ حسن اتفاق سے ہماری میزبان کے پڑوسی افریقہ کے لوگ تھے اور اُن کی بیٹی میری ہم عمر تھی۔ اس انکشاف پر کہ میں ربوہ پڑھائی کے لیے آئی ہوں، وہ اپنے کورس کی کتابیں مجھے دکھانے کو لائی اور جب ہمیں تسلی ہو گئی کہ مجھ میں اُنہیں پڑھنے کی قابلیت ہے، تو اُمی نے اجازت دی کہ اس کے ساتھ دکان پر جا کر سارا کورس خرید لوں۔ تب سے ہی میں فخر سا محسوس کرنے لگی کہ میں ربوہ کے سکول کی طالب علم بن گئی ہوں۔

چند دنوں کے بعد جب امی نے خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تو انہی پڑوسیوں کی والدہ صاحبہ ہمیں محلہ دارالصدر لے گئیں۔ یہ میری ربوہ میں پہلی "آؤٹنگ" تھی جس کے ہر ہر لمحے کا سرور اور عکس فلم کی طرح اب بھی میرے ذہن میں موجود ہے۔ سب سے پہلے ہم حضرت سیّدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کی کوٹھی پر گئے۔ اُن دنوں حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ عارضی طور پر محترم مرزا داؤد احمد صاحب مرحوم کی کوٹھی میں رہائش رکھتی تھیں۔ اُمی کے تعارف کروانے پر حضرت بیگم صاحبہؓ نے انتہائی محبت اور تپاک کا اظہار کیا۔ اُس وقت اُن کی صاحبزادی محترمہ شاہدہ بیگم صاحبہ (آپا شاما) بیگم مرزا نسیم احمد مرحوم بھی موجود تھیں۔ حضرت بیگم صاحبہ نے ان کو مخاطب کر کے اپنائیت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: "یہ تمہارے ابا کے دوست غوری صاحب کی بیوی ہیں" (میرے ابا مرحوم افریقہ سے ہندوستان آنے پر دہلی میں شاید دو بار محترم نواب عبد اللہ خان صاحبؓ سے ملے تھے۔)

حضرت بیگم صاحبہؓ کا یوں اظہار محبت اور تعارف کروانا بلا شبہ ان کے اخلاق حمیدہ کی دلیل تھا۔ اس کے بعد ہمیشہ حضرت بیگم صاحبہؓ نے ہم سے انتہائی شفقت کا سلوک فرمایا مگر وجاہت و متانت کے اس پیکر سے پہلی ملاقات، ان کا خوبصورت کمرہ، مخملی قالین، دیوان پر دیدہ زیب گاؤ تکیے، ان کی آواز کا وقار، اُن کے چہرے پر ہلکا سا تبسم مجھے تا حیات یاد رہے گا۔

اس کے بعد ہم حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ اس وقت حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ کی کوٹھی میں رہائش پذیر تھیں۔ وہ بھی بہت محبت سے پیش آئیں۔ حضرت بیگم صاحبہؓ کی میز پر کچھ خطوط پڑے تھے۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ اُنہیں دعا کے لیے خطوط آتے ہیں لیکن وہ کوشش کرتی ہیں کہ تھوڑے تھوڑے کر کے حتی الوسع تمام خطوط کے جواب دیں۔ ان کا گورا چٹا دلکش چہرہ، کشادہ جبین جس سے ذہانت ٹپکتی تھی، اور اُن کا شیریں انداز تخاطب غیر معمولی تھا۔ اُنہوں نے میری تعلیم وغیرہ میں دلچسپی لی اور خاص طور پر مجھے مخاطب کرتی رہیں لیکن اُن کی بارُعب شخصیت کے سامنے مجھے تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ اگر میں نے جواب دینے کی کوشش بھی کی تو آواز نہیں نکلے گی! اُمی ہی اُن کے سوالات کے جواب دیتی رہیں۔

ربوہ میں قیام کے دوران وقت کے ساتھ ساتھ مجھ میں حضرت بیگم صاحبہؓ سے براہ راست بات کرنے کی ہمت پیدا ہو گئی تھی۔ حضرت بیگم صاحبہؓ مجھے بہت سی نصیحتیں کیا کرتیں تھیں۔ ایک بار سکول اور سہیلیوں کے بارے میں باتیں کرتے ہوئے مجھ سے فرمایا کہ اپنی امی سے کبھی کوئی بات نہ چھپانا اور اگر کبھی کسی سہیلی نے کہا کہ یہ بات ہم دونوں کا راز ہے اور اپنی امی کو نہ بتانا تو ایسی لڑکی سے دوستی ختم کر دینا۔

خدا کے فضل سے ربوہ میں میری بہت اچھی اور با اخلاق لڑکیوں سے دوستی بنی۔ ہم میں مشترکہ چیز بلا شبہ احمدیت ہی ہے۔ خدا کے فضل سے میری دوستوں میں سبھی مختلف ممالک میں لجنہ کی خدمت کی توفیق پا رہی ہیں۔ یوکے میں بھی میری دو دوستوں کو ایک لمبا عرصہ ریجنل صدر کی حیثیت سے لجنہ کی خدمت کرنے کی توفیق ملی۔

ہاں تو میں اپنے پہلے دن کی ملاقاتوں کے بارے میں بتا رہی تھی۔ پھر ہم سیّدہ چھوٹی آپا جان نور اللہ مرقدھا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے پاس کچھ اور مستورات بھی بیٹھی تھیں۔ اور مجھے محسوس ہوا کہ وہ کافی مصروف ہیں لیکن وہ سب سے مناسب باتیں کر رہی تھیں اور غالباً ساتھ کچھ کاغذات یا خطوط بھی دیکھ رہی تھیں۔ اُن کے پُر اعتماد اندازِ گفتگو کا کچھ اپنا ہی انداز تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہم حضرت سیّدہ مہر آپا نور اللہ مرقدھا کے گھر گئے۔ انہوں نے ہمارے ساتھ افریقہ کی بہت ساری باتیں کیں کیونکہ ان کے چچا حضرت سید محمود اللہ شاہ صاحب مرحوم اور حضرت سید عبد الرزاق صاحب مرحوم بھی مشرقی افریقہ رہ چکے تھے اور اُن سے ہمارے گہرے مراسم تھے۔ حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ نور اللہ مرقدھا نے ہمیں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے ملاقات کے لیے وقت بھی لے دیا۔ مجھے حقیقتاً حیرت ہوئی کہ یہ عظیم ہستیاں ہم لوگوں میں اتنی دلچسپی لے رہی ہیں۔

اس دن کی آخری ملاقات حضرت سیّدہ امۃ السلام نور اللہ مرقدھا کے ساتھ ہوئی جو ان دنوں اپنی صاحبزادی بیگم صاحبہ مرزا انور احمد مرحوم کے ہاں تشریف رکھتی تھیں۔ اُمی نے مجھے بتایا کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پہلی پوتی ہیں (حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی)۔ پھر ہماری ملاقات کا دن آ گیا۔ ان دنوں حضورؒ مستورات سے

اپنے گھر کے پچھلے صحن میں ملاقات کیا کرتے تھے۔ بیرون ملک سے آنے کی وجہ سے ہماری ملاقات پہلے ہوئی اور حضرت بیگم صاحبہ نے خود ہمارا تعارف کروایا کہ اُمی مجھے ربوہ میں پڑھانے کی غرض سے لائی ہیں۔ اُمی نے دعا کے لیے خط لکھ کر دیا اور حضورؓ نے اسی وقت اپنے قلم سے اس پر چند الفاظ لکھ دیئے۔ حضرت بیگم صاحبہ نے مجھ سے پوچھا کہ تمہیں اردو پڑھنی یا لکھنی آتی ہے؟ اور بڑی شفقت سے فرمایا تم میرے پاس آیا کرو میں تمہیں پڑھاؤں گی۔ چنانچہ میں ہر بدھ کو اُن کے پاس جانے لگی۔ ہر قسم کی خاطر تواضع کرنے کے بعد بیگم صاحبہ اردو کی کوئی کتاب پڑھنے کو دیتیں اور املا کرواتیں، ان میں سے کشتی نوح مجھے یاد ہے۔ حضرت بیگم صاحبہ سرخ رنگ کی قلم سے میری غلطیوں کی نشان دہی کرتیں۔ اُن کا خط بہت خوبصورت تھا۔ بزرگوں کی ملاقاتوں کے بیان سے میری غرض اُن کے اوصاف حمیدہ کا ذکر کرنا ہے۔

اگرچہ میری اُمی جان بھی پہلی بار ہی اُن ہستیوں سے مل رہی تھیں لیکن سب نے اتنے تپاک کا مظاہرہ کیا گویا برسوں سے واقف ہوں۔ ایک اور بات جو مجھے آج بھی بہت متاثر کرتی ہے وہ یہ کہ اُمی جان نے سب کی خدمت میں تحفے پیش کیے تو اُن میں سے ہر ایک نے کھول کر اُسے دیکھا اور بے حد پسند بھی کیا۔ مجھے یقین ہے کہ اُنہوں نے صرف اُمی جان کی دلجوئی کے لیے ایسا کیا تھا ورنہ اُن کے پاس اعلیٰ کپڑوں کی کوئی کمی نہیں تھی۔ مغربی ممالک میں یہ رواج ہے کہ تحفہ دینے والے کی موجودگی میں ہی تحفہ کھول کر اس کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ مجھے خیال آتا ہے کہ اس اعلیٰ ظرفی کا مشاہدہ میں نے اُس زمانے میں کیا تھا۔

آہستہ آہستہ ہمارا خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے اکثر افراد کے ساتھ متعارف ہوا۔ اُن کے مشفقانہ سلوک کی داستان تو بہت طویل ہے مگر میں صرف چند ایک مثالیں بیان کروں گی جنہوں نے میرے ذہن پر کبھی نہ مٹنے والے نقوش چھوڑے ہیں۔

حضرت صاحبزادی امۃ الرشید مرحومہ (بنت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے پہلی ملاقات پر اُمی نے میرے لیے دعا کی درخواست کی تو اُنہوں نے بڑے پیار سے مجھے اپنے پاس بلایا اور کہا کہ اللہ میاں چھوٹے بچوں کی دعائیں بھی سنتا ہے، تم بھی میرے لیے دعا کرنا۔

حضرت صاحبزادی امۃ الباسط مرحومہ (بنت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا گھر تو ہمیشہ عام لوگوں کے لیے کھلا ہوتا تھا۔ متعدد بار ایسا ہوا کہ وہ کہیں جانے کے لیے تیار ہو رہی ہوتیں لیکن ملنے سے انکار نہ کرتیں۔ ساتھ کنگھی کر رہی ہوتیں اور ساتھ ساتھ ہم سے باتیں بھی ہو رہی ہوتیں۔ اور وہ اپنی باتیں ہمارے ساتھ جاری رکھتیں اگر کبھی امی نے معذرت کی تو اُنہوں نے ہمیشہ کہا کہ کوئی بات نہیں۔ ایک بار فرمایا کہ جب سے ہوش سنبھالا ہے تو یہی دیکھا ہے کہ صبح ہوتے ہی مستورات ہمارے گھروں میں آنے لگ جاتیں ہیں، ہماری تربیت ہی ایسے رنگ میں ہوئی ہے کہ کبھی اکتاہٹ کا اظہار نہیں کرنا۔ جب آپ پہلی بار انگلینڈ آئیں تو انتہائی مصروفیت کی بنا پر وہ میرے گھر نہ آپائیں۔ جب دوسری بار تشریف لائیں تو میرے اصرار پر وہ آگئیں۔ واپسی پر اُمی نے ممنونیت کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ”بی بی اگر اس بار بھی نہ آتیں تو صالحہ کی دل شکنی ہونی تھی۔“ بی بی نے مسکرا کر فرمایا: ”میں نے اپنا سر شکن کروالیا لیکن صالحہ کی دل شکنی نہیں کی۔“

میرا گھر لندن سے کافی فاصلے پر ہے اور واپسی پر بی بی مرحومہ نے بتایا کہ بعض اوقات دن میں دو بلکہ تین بار دعوتوں پر جانا پڑتا ہے۔ جس سے تھکاوٹ اور سر درد بھی ہو جاتی ہے۔ لیکن میرے گھر پر اُنہوں نے ہمارے جذبات کا خیال کرتے ہوئے مجلس میں ایسا کوئی اظہار نہیں کیا کہ میں دوائی کھا کر بیٹھی ہوں۔

حضرت سیّدہ امۃ الحکیم مرحومہ (جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی اور محترمہ امۃ السبوح صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی والدہ ہیں) کی نیکی اور خلوص اور سادگی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ اُنہوں نے ہم سے زیادہ تعلق اپنے ماموں اور خسر حضرت سیّد محمود اللہ شاہ صاحب مرحوم کے تعلق کی بنا پر رکھا۔ اپنے اعلیٰ مقام کے باوجود ہمیشہ اس بات کا اظہار کرتی تھیں کہ اپنے بزرگوں سے تعلق کو ختم نہیں کرنا چاہیے۔ اس بات کا اظہار حضرت سیّدہ امۃ النصیر صاحبہ مرحومہ بنت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کیا کرتی تھیں۔ وہ بی بی چھیرو صاحبہ کے نام سے زیادہ معروف تھیں۔ ربوہ قیام کے دوران اور بعد میں بھی میں نے ان سے بہت کچھ سیکھا ہے اور اِن کے بارے میں ایک تفصیلی مضمون بھی لکھ چکی ہوں۔ افسوس کہ یہ ہستیاں ہم میں موجود نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اِن سب کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ آمین

پھر جلد ہی جلسہ سالانہ کے ایام قریب آگئے اور ہر طرف تیاریاں ہونے لگیں اور ربوہ کا کچھ اور ہی سماں تھا، گویا بہار آگئی۔ ہر طرف مہمانوں کی آمد اور خصوصاً ریلوے سٹیشن پر استقبال کا طریق تو بالکل انوکھا تھا۔ استقبال کرنے والوں کے چہروں پر ایک خاص ہی کیفیت اور ہر طرف سلام اور ''اھلاً و سھلاً'' کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ لنگر خانے سے کھانا گھروں میں لایا جاتا۔ سپیشل بازار اور لوگوں کی گہما گہمی نے ربوہ کو یکسر بدل دیا تھا۔

جلسہ کے تین دن تو ایک عجیب کیفیت سے گزرے۔ اتنا بڑا ہجوم تو میرے تصور میں بھی نہ تھا۔ لیکن سب کے چہروں پر مسکراہٹ تھی اور ایک دوسرے کی مدد کو تیار تھے۔ طبیعتوں کے تفاوت اور ذوق کی بلندی اور پستی کے باوجود ایک اپنائیت کا سماں تھا۔ اپنی ہم عمر لڑکیوں کو مختلف ڈیوٹیاں دیتے دیکھتی رہی اور میرے دل میں تمنا جاگزیں تھی کہ میں بھی ان کی طرح ڈیوٹی دوں۔ تب مجھے یہ احساس ہوا کہ یہ ہیں وہ برکتیں جو ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل ملی ہیں اور یہ ہے وہ روحانی خاندان جس کے تصور سے میں افریقہ میں مسحور ہوا کرتی تھی۔

آخر کار وہ دن بھی آگیا جس کا مجھے شدت سے انتظار تھا یعنی سکول میں داخلے کا دن! اُن دنوں نصرت جہاں سکول کی ہیڈ مسٹرس مسز مسعودہ بشیر صاحبہ ہوا کرتی تھیں۔ وہ ہمیں سکول دکھانے کو لے گئیں۔ یہ سکول میرے تصور سے بھی زیادہ سادہ تھا۔ حتیٰ کہ سکول کی ساری عمارت پختہ بھی نہیں تھی لیکن بھلا مجھے اس سے کیا غرض تھی! میں تو سمندر پار سے اپنے اس احمدی سکول میں داخل ہونے آئی تھی۔ مجھے آج بھی وہ کلاس روم یاد ہے جس میں مس محمودہ اختر صاحبہ سرخ شال اُوڑھے تاریخ کا سبق دے رہی تھیں۔ اور اُستانی احمد بی صاحبہ مرحومہ کی گفتگو جب اُنہوں نے یہ منکشف ہونے پر کہ میں افریقہ سے حصول تعلیم کے لیے آئی ہوں میری اُمی سے مخاطب ہو کر کہا کہ افریقہ سے لڑکیاں آجاتی ہیں اور انہیں قرآن مجید ناظرہ تک نہیں آتا اس لیے مجھے دینیات کی کلاس میں بہت محنت کرنی پڑتی ہے۔ امی نے اُنہیں تسلی دلائی کہ میری بچی نے نہ صرف قرآن مجید ناظرہ پڑھا ہوا ہے بلکہ دوسرے پارے تک ترجمہ بھی سیکھ رہی ہے۔

اس پر اُنہوں نے بڑی احسان مندی کے لہجے میں کہا: "جزاک اللہ ہمشیرہ" واقعی میری اُمی جیسی تعلیم اور تربیت کی دلدادہ مائیں نصیبوں سے ملا کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے آمین

نصرت گرلز سکول میں گزرا ہوا ہر دن میرے لیے باعث فخر و انبساط تھا۔ یوں تو تمام اساتذہ نے انتہائی محنت اور شفقت سے پڑھایا لیکن مجھے انگلش اور عربی کے پیریڈ بہت پسند تھے۔ ایک پُر لطف بات یہ ہے کہ اگرچہ میری انگریزی خدا کے فضل سے اچھی تھی لیکن میں نے سکول میں انگریزی کی تعلیم کبھی حاصل نہیں کی بلکہ فرنچ پڑھی تھی، گویا میں نے انگریزی بھی ربوہ میں ہی جا کر پڑھی ہے۔ ہماری کلاس کو انگریزی مس رفیعہ غزنوی مرحومہ اور عربی مس امتہ الرفیق صاحبہ پڑھاتی تھیں۔ طالبات کی وسیع تعداد ہونے کے باوجود وہ ہمیں بہت محنت سے پڑھاتی تھیں۔ عربی سیکھنے کا شوق اب بھی مجھے ہے اور میری خوش قسمتی تھی کہ سکول میں مس رفیق صاحبہ جیسی محنتی استاد سے عربی پڑھی۔ اُنہوں نے ہمیں نصاب کے علاوہ عربی گرامر کے اصول ایسے ذہن نشین کروائے کہ مجھے آج بھی اعراب میں غلطی نہیں لگتی۔ فجزاھا اللہ احسن الجزاء۔ اِن اساتذہ کی محنت اور حوصلہ افزائی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں نے میٹرک میں وظیفہ حاصل کیا۔ ابتداء سے اس سکول میں پڑھنے والی کوئی طالبہ اس خوشی کو شاید ایسے محسوس نہ کرتی جیسے یہ خوشی میرے قلب و روح میں سرایت کر گئی۔ کیونکہ اس سے مجھ میں ایک اعتماد پیدا ہوا اور مجھے اپنے اجنبی ہونے کا احساس مٹ گیا بلکہ یوں محسوس ہوا کہ واقعی میں بھی ربوہ کے سکول کی ایک اچھی طالبہ ہوں۔

سکول کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد میں کالج میں داخل ہوئی اور یہ سال بھی انتہائی پُر لطف ماحول میں گزرے۔ ہماری پرنسپل مسز فرخندہ شاہ صاحبہ مرحومہ ہوا کرتی تھیں۔ اُن کی بے شمار طالبات یہاں موجود ہیں جو مجھ سے اتفاق کریں گی کہ محترمہ مسز شاہ صاحبہ مرحومہ ایک قابل اور شفیق استاد تھیں۔ عام تعلیم کے علاوہ وہ اکثر اسمبلی میں ہمیں اچھی زندگی کے اصول بتایا کرتی تھیں۔ امتحانات کے قریب ہماری گھبراہٹ دیکھ کر اُن کا یہ کہنا یاد ہے کہ امتحان سے گھبرانا نہیں چاہیے بلکہ اس سے مقابلے کا سلیقہ سیکھنا چاہیے کیونکہ عملی زندگی میں ہم پر کئی قسم کے امتحان آئیں گے۔

مسز فرخندہ شاہ صاحبہ مرحومہ کی ریٹائرمنٹ کے بعد محترمہ بشریٰ بشیر صاحبہ مرحومہ کالج کی پرنسپل بنیں۔ نہایت باوقار شخصیت کی مالک اور طالبات سے حسنِ سلوک کرنے والی تھیں۔ اسلامیات کی لیکچرر تھیں اور مجھے ان کی شاگردی کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اپنی تدریسی ذمہ داریوں کے علاوہ لجنہ اماءاللہ مرکزیہ میں حضرت سیدہ ام متین صاحبہ صدر لجنہ اماءاللہ مرکزیہ کے ساتھ طویل مدت تک جنرل سیکریٹری کے فرائض ادا کرتی رہیں۔ میری دیگر قابل احترام اساتذہ میں محترمہ امتہ الحکیم عائشہ صاحبہ اور محترمہ مبارکہ انجم صاحبہ مرحومہ شامل ہیں۔ جب بھی میں ان کے بارہ میں سوچتی ہوں تو میرا دل تشکر کے جذبات سے بھر جاتا ہے کہ اُنہوں نے کتنی ہی طالبات کو علم سے روشناس کروا کر ہم پر کتنا بڑا احسان کیا ہے۔

اردو زبان سے مجھے بچپن سے دلچسپی تھی۔ خوش قسمتی سے ہمارے گھر میں ہمیشہ ہی کتابوں کا ایک وسیع ذخیرہ موجود ہوتا تھا۔ جس کی وجہ سے ہوش سنبھالتے ہی سب بہن بھائی کتابوں میں دلچسپی لینے لگ جاتے۔ مجھے بھی خوبصورت جلدوں والی کتابوں کو پڑھنے کا بہت شوق ہوتا تھا۔ جب اردو پڑھنی سیکھی تو ایک بار اپنے بھائی کے کمرے سے بانگِ درا لے آئی۔ کھولتے ہی جس عنوان پر نظر پڑی وہ تھا "نالہ فراق" بہت سمجھنے کی کوشش کی لیکن کچھ پلے نہ پڑا! اپنے زعم میں مجھے فراک کا لفظ بھی معلوم

تھا اور پنجابی کا لفظ نالہ بھی سُن رکھا تھا۔ اپنی اردو کی صلاحیت پر تو شک نہ ہوا لیکن یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ بھائی ایسی کتابوں کو کیوں اتنی لگن اور شوق سے پڑھتے ہیں؟ بہر حال اپنے والد صاحب کی وجہ سے بھی ادبی کتابوں اور شعر و شاعری سے کچھ لگاؤ پیدا ہو گیا تھا جسے محترمہ مبارکہ انجم صاحبہ مرحومہ کی تدریسی قابلیت نے اجاگر کیا۔ فالحمدللہ۔ بارہا ایسا ہوا کہ مجھ سے پوچھا گیا کہ آپ اردو پڑھ سکتی ہیں؟ تو میرا عاجزانہ جواب یہ ہوتا ہے کہ مجھے اپنی استاد محترمہ مس انجم صاحبہ کی شاگرد ہونے پر فخر ہے! جامعہ نصرت کی ایک اور مقبول ترین لیکچرار محترمہ قانتہ راشد صاحبہ تھیں۔ مجھے ان کی شاگردی کا شرف حاصل نہیں ہوا لیکن مجھے یاد ہے کہ کالج میں عربی کی ہر طالبہ کی خواہش ہوتی تھی کہ وہ ان کی کلاس میں ہو۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت والی لمبی عمر عطا فرمائے اور بے شمار فضلوں سے نوازے۔ آمین

تدریسی فضا کے علاوہ بھی ربوہ میں گزرے دنوں کی یادیں بڑی سہانی ہیں۔ رمضان المبارک میں ربوہ میں روحانی رونق دوبالا ہو جایا کرتی تھی۔ اپنی سہیلیوں کے ساتھ باقاعدہ نماز تراویح ادا کرنے مسجد مبارک جانا، اُن دنوں ربوہ میں اتنا امن ہوا کرتا تھا کہ لڑکیاں نہ صرف سکول کالج اکیلی جاتیں بلکہ عشاء اور تراویح کے لیے بھی ہم سہلیاں مل کر مسجد مبارک جایا کرتی تھیں۔ درس القرآن میں شامل ہونا اور چھٹی کے روز نماز فجر اور درس حدیث سننے کا شوق، پھر قرآن کریم کا دور پورے کرنے میں سہیلیوں کے آپس میں مقابلے، پھر عید کی آمد، کپڑے اور چوڑیاں پسند کرنا مہندی لگانا وغیرہ امور بہت دلچسپی اور خوشی کا باعث ہوتے تھے۔ حضور اقدس کی اقتدا میں نماز عید کی ادائیگی تو عید کے دن کا اہم حصہ ہوتا تھا۔ ہر طرف گہما گہمی اور خوشی کا سماں ہوتا تھا، لیکن کسی بھی موڑ پر اسراف نہیں ہوا کرتا تھا اور نہ ہی نمود و نمائش ہوتی۔ ساتھ ساتھ غرباء کا خیال رکھنے پر توجہ دلائی جاتی اور جماعتی طور پر غریب گھرانوں میں عیدی بھجوائی جاتی۔ ربوہ کی اس سادہ زندگی اور پُر خلوص لوگوں نے میرے دل پر ایسے انمنٹ نقوش چھوڑے ہیں کہ بڑے بڑے مہنگے ہوٹل اور نمود و نمائش سے مجھے چنداں دلچسپی نہیں ہے اور مجھے بھی ایسے موقعوں پر شیخ سعدی کی طرح دعوت شیراز یاد آتی ہے کیونکہ اس زمانے میں پارسا ہمدرد وجودوں اور سادہ سی خوشیوں کا کوئی مول نہ تھا۔

پھر ہم نے 1974ء کے وہ کربناک اور جاں گسل لمحات بھی دیکھے جب ہر طرف اُداسی چھا گئی تھی گویا شہر کی تمام رونقیں خاموش ہو گئی تھیں۔ باہر کے شہروں سے شہداء کے عزیز و اقارب اور غیروں کے ظلم و ستم کا شکار لوگ اپنی اس بستی میں پناہ لینے کے لیے آنے لگے۔ اس کے چند ماہ بعد ہم بھاری دل لیے اس بستی کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ کر انگلینڈ آ گئے۔ مجھے تو اس پیاری بستی کا دیدار کیے کافی عرصہ گزر گیا ہے لیکن جب بھی میں اپنی دوستوں سے اُن رونقوں کی بات کرتی ہوں کہ اب بھی وہ چاند جس نے صدیوں کے تغیرات دیکھے ہیں آسمان پر محفل لگاتا ہو گا اور نیلے آکاش پر ستارے اسی طرح پلکیں جھپکتے ہوں گے تو اُن کا جواب ہوتا ہے کہ اب نہ وہ انجمن ہے، نہ وہ چاندنی اور نہ ہی سامنے نگار ہے، دل و جاں سکوں سے ناآشنا ہیں، نظریں بے قرار ہیں۔

اب میں یادوں کے کنول چنتے چنتے جھیل کے کنارے آ چکی ہوں اور اُن عزیزہ کا سوال یاد آ گیا۔ میرا اُنہیں یہی جواب ہے کہ ربوہ میں بِتائے ہوئے دن میری زندگی کا ایک انمول سنہری دور تھا۔ اسی بستی میں گزرے ایام نے مجھے بہت کچھ دیا۔ تعلیم کے ساتھ معصوم خوشیاں اور پُر خلوص ہمجولیاں دیں۔ گویا میرے لیے یہ وہ عظیم بستی ہے جس نے خود میری آبیاری کی، تربیت کی اور میری زندگی میں ایک قسم کا نکھار پیدا کیا۔ اس بستی سے میری بہت سی حسین یادیں وابستہ ہیں، جن کی خوشبو سے نہ صرف میری بلکہ بہت سی زندگیاں معطر ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس بستی کی خوشبو سے تمام دنیا کو معطر کر دے۔ آمین

میری دعاؤں کی قبولیت کا واقعہ

(مریم رضوان۔Wimbeldon Park)

مئی کا مہینہ تھا اور ایک ہفتے میں میرے GCSE کے امتحانات شروع ہونے تھے۔ پہلے تو مجھے زیادہ فکر نہیں تھی لیکن جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا، میری پریشانی بھی بڑھتی جا رہی تھی یہاں تک کہ میرے امتحانوں میں صرف ایک دن رہ گیا۔ اس وقت میں بے حد فکر مند ہو گئی۔ اگلے پورے ہفتہ میں میرے بہت سارے امتحان تھے اور میری تیاری بالکل بھی اچھی نہیں تھی۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا تھا۔ دل چاہ رہا تھا کہ خوب روؤں۔ لیکن اب تو میرے پاس رونے کا بھی وقت نہیں تھا۔

بہت سے ایسے مضامین جو میرے لیے بہت مشکل تھے جیسے کہ کمپیوٹر سائنس اور انگلش وغیرہ۔ ان کی تو میری تیاری بہت ہی بُری تھی اور میں اپنی عادت سے مجبور، ہمیشہ ایک دن پہلے تیاری کرتی ہوں۔ اس دفعہ بھی ایسے ہی ہوا کہ ایک دن پہلے تیاری کی اور امتحان دے کر فارغ ہو گئی۔

اور اب اگست کا مہینہ آ گیا تھا اور تین ہفتوں کے بعد میرا رزلٹ آنے والا تھا۔ اب پھر میرا ڈر بڑھتا جا رہا تھا اور اس بات کا افسوس بھی تھا کہ مَیں نے اپنے امتحان کی تیاری اچھی اور وقت پر کیوں نہیں کی تھی۔ اب میں کچھ نہیں کر سکتی تھی، نہ ہی اُس گزرے وقت کو میں واپس لا سکتی تھی۔ اس مشکل وقت میں میں اپنی ماما کے پاس گئی۔ اُنہوں نے مجھے اپنے پاس بٹھایا اور سمجھایا، مجھے حوصلہ دیا اور کہا کہ اب اگر آپ اپنی غلطی پر شرمندہ ہو اور آئندہ بہتری لانا چاہتی ہو تو پھر دعا کرو اور استغفار کرو۔ اللہ پاک ضرور تمہاری مدد فرمائے گا۔ ان شاء اللہ۔

میں نے اپنی ماما کی بات سُنی اور دعاؤں میں لگ گئی۔ بہت دعائیں کیں اور ساتھ ہی اپنے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بار بار خط لکھنے شروع کر دیے۔ اللہ تعالیٰ سے بہت دعائیں کیں۔ کبھی نفل پڑھ کر اور کبھی انتہائی عاجزی سے اچھے رزلٹ کی بھیک مانگی۔

پھر میرے رزلٹ کا دن آ گیا!

ظاہر ہے رزلٹ نے تو آنا ہی تھا۔ میَں چاہے جتنا بھی ڈرتی، کچھ بھی کرتی رزلٹ تو آنا ہی تھا۔ اس سلسلہ میں میری آخری کوشش تہجد کی ادائیگی بھی تھی۔ رزلٹ والے دن پہلے میں نے تہجد کی نماز پڑھی، پھر فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد میں اپنا رزلٹ لینے گئی۔ رزلٹ ہاتھ میں آیا اور دل خوش ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور کی ہوئی تمام دعائیں قبول ہو گئیں اور میں اچھے نمبروں سے پاس ہو چکی تھی۔ الحمدللہ۔

گھر آ کر میں نے شکرانے کے نفل ادا کیے اور اپنی ماما کا بے حد شکریہ ادا کیا جنہوں نے مجھے دعاؤں کی تلقین کی اور اللہ پاک نے میری دعاؤں کو قبول فرمایا۔ الحمدللہ

اس سے میں نے یہی سبق سیکھا کہ وقت پر محنت کرنی ضروری ہے۔ اپنے ماں باپ کی بات پر عمل کرنا بہت ضروری ہے۔ اور ان سب باتوں کے لیے اپنے ربّ سے دُعائیں کرنا بہت ضروری ہے۔ دعاؤں سے سب بگڑے کام بھی سنور جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دعائیں کرنے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔ آمین

سفرنامہ

پہلی قسط

میرا سفرِ حجاز

(سعدیہ کامران-Edinburgh)

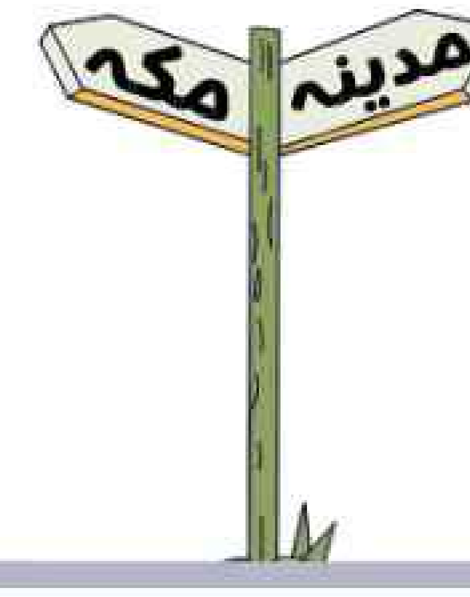

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں انسانوں کے لیے زمین میں سیر کی اہمیت بیان کرتا ہے۔ یعنی جب اور جہاں ممکن ہو سفر اختیار کرو تا کہ دوسری تہذیبوں اور معاشروں کے بارے میں آگاہی حاصل ہو۔

زندگی کے کچھ سفر ایسے ہوتے ہیں جن کا خواب انسان اپنی اوائل عمری سے ہی دیکھنے لگ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوتا ہے کہ یہ پاک سفر اس کا نصیب ہو۔ وہ ہے اس پاک زمین کا سفر جہاں اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ﷺ کی پیدائش ہوئی اور جہاں سے اسلام کی روشنی تمام دنیا میں پھیلی۔ یہ سفر ہے سفرِ حجاز۔

اِس سال 2024 ماہِ فروری میں اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پاک سفر کو اختیار کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔ ہمارا سفر سکاٹ لینڈ سے دبئی اور وہاں سے مدینہ کے لیے تھا۔ مدینہ ایئرپورٹ پہنچ کر ہم نے ایک ٹیکسی لی اور مسجدِ نبوی ﷺ کے سامنے ایک ہوٹل میں پہنچے جہاں پہلے سے ہی بکنگ کروالی تھی۔ یہاں یہ بھی بتاتی چلوں کہ اگر آپ یو کے کے شہری ہیں تو سعودی حج اور عمرہ ڈپارٹمنٹ کی ویب سائٹ پر عمرے کا ویزا آن لائن لگوا سکتے ہیں۔ مدینے میں ہماری پہلی منزل ہوٹل تھا اور وقت نصف شب سے کچھ پہلے کا تھا۔ وہ رات جیسے تیسے کر کے کٹی اور صبح ناشتے سے فراغت کے بعد ہم سیدھا مسجدِ نبوی پہنچ گئے۔ وہ صبح بھی کیا عجب صبح تھی جب میرے خواب کی تکمیل ہوئی۔ اللہ کے پیارے نبی ﷺ کا گھر یوں آنکھوں کے سامنے تھا۔

درود و سلام کا ورد کرتے ہوئے بابُ السّلام سے صحنِ رسول ﷺ میں پہلا قدم رکھا تو بچپن سے سنے وہ سارے واقعات یاد آگئے کہ کیسے قریشِ مکہ نے ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ کی زندگی مکہ میں دوبھر کر دی تھی اور ایک رات آپ ﷺ اپنے پیارے دوست کے ہمراہ اس نئے شہر میں آئے جو تاریخ میں پھر مدینہ منورہ کہلایا۔

ہجرت کے بعد آپ ﷺ اور ان عاشقانِ رسول ﷺ نے جو تعداد میں بے شک تھوڑے تھے مگر عزم اور حوصلے میں بہت بلند پایاں تھے، اسی صحنِ مسجدِ نبوی ﷺ سے اسلام کی تاریخ کے دوسرے دور کا آغاز دیکھا اور یہیں سے اسلام کا نور دنیا کے کونے کونے کو منور کر گیا۔

مسجدِ نبوی ﷺ کے صحن میں ماربل کا فرش ہے اور جابجا برقی چھتریاں تنی ہیں جو سخت گرمی اور دھوپ کی شدّت اور موسم کی سختیوں سے مسافروں کو بچاتی ہیں مگر عشق کے سفر میں بھلا کون موسموں پر توجّہ دیتا ہے۔

مسجدِ نبوی ﷺ کے متعدّد دروازے ہیں۔ ہم بابُ السّلام سے داخل ہوئے۔ یہاں مردوں اور عورتوں کے لیے علیحدہ ہال موجود ہیں اور صحن میں بھی وسیع پیمانے پر بیٹھنے اور نماز ادا کرنے کا انتظام موجود ہے۔ مسجد کے اندر خوبصورت دبیز قالین ہیں اور طاقچوں میں ترتیب سے قرآن کے نسخے سجے ہیں اور یہاں جابجا کولروں میں آبِ زم زم محبت کے پیاسوں کی پیاس بجھانے کے لیے موجود ہے۔

ظہر کی نماز سے پہلے کچھ نوافل ادا کیے اور نماز کے بعد صحن میں گھوم کر ساری مسجد کی سیر کی۔ یہاں سب سے مقدس مقام ریاض الجنّۃ ہے جہاں داخلے کے اوقات اور پہلے سے رجسٹریشن لازمی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں آنحضرت ﷺ کا حجرہ مبارک اور اصل مسجد موجود تھی اور آپ ﷺ کی رحلت کے بعد یہیں حضرتِ عائشہؓ کے حجرے میں آپ کی تدفین ہوئی۔ اس مقام کو خوبصورت منقش جالیوں سے آراستہ کیا گیا ہے جن پر قرآنی آیات خوبصورت خطّاطی میں مرقوم ہیں۔

اس مقام کی زیارت کے لیے عورتوں کے لیے اوقات مخصوص ہیں جس کے دوران عورتیں ہی پہرہ دار ہوتی ہیں۔ بے حد رش کی وجہ سے بیمار، کمزور اور بزرگ خواتین کو اس وقت وہاں جانے سے اجتناب کرنا مناسب ہے۔ یہاں ہم نے جگہ ڈھونڈ کر نوافل ادا کیے اور درود و سلام کا ورد کرتے ہوئے باہر آ گئے۔ مدینہ میں ہمارا قیام سہ روزہ تھا۔ اگلے دن ظہر کی نماز کے بعد ہم نے ہوٹل کے باہر سے ایک ٹیکسی تین گھنٹے کے لیے بُک کی جس کے ریٹس نہایت مناسب تھے۔ اس نے ہمیں ترتیب وار مدینہ کی اہم زیارات کی سیر کروائی۔

ہمارا اگلا پڑاؤ خندق کے میدان میں تھا۔ یہاں جنگِ احزاب، جسے جنگِ خندق بھی کہا جاتا ہے، لڑی گئی تھی۔ اُس وقت تک عرب کے مسلمانوں میں جنگ کے لیے خندق کھودنے کا رواج نہیں تھا۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے ایران میں اس طریقِ جنگ کو دیکھا تھا۔ سو انہوں نے آنحضرت ﷺ کو خندق کھودنے کا مشورہ دیا۔ یہ فیصلہ جنگ کی حکمتِ عملی میں بہت معاون ثابت ہؤا۔ جس نے مدینہ کے مسلمانوں اور دوسرے قبائل کو جنگ کی بڑی تباہی سے بچا لیا اور مسلمانوں کا جنگی نقصان بھی بہت کم ہؤا۔ اس میدان میں ایک مسجد "جامع الخندق" کے نام سے موجود ہے۔ جبکہ اردگرد کی پہاڑیوں پر سات چھوٹی مساجد موجود ہیں جو کہ روایات کے مطابق جنگ میں شہید ہونے والے صحابہؓ کے نام پر قائم ہوئیں۔

یہاں سے ہم "ریف البستان" گئے۔ یہاں کی عجوہ کھجور بہت مشہور ہے۔

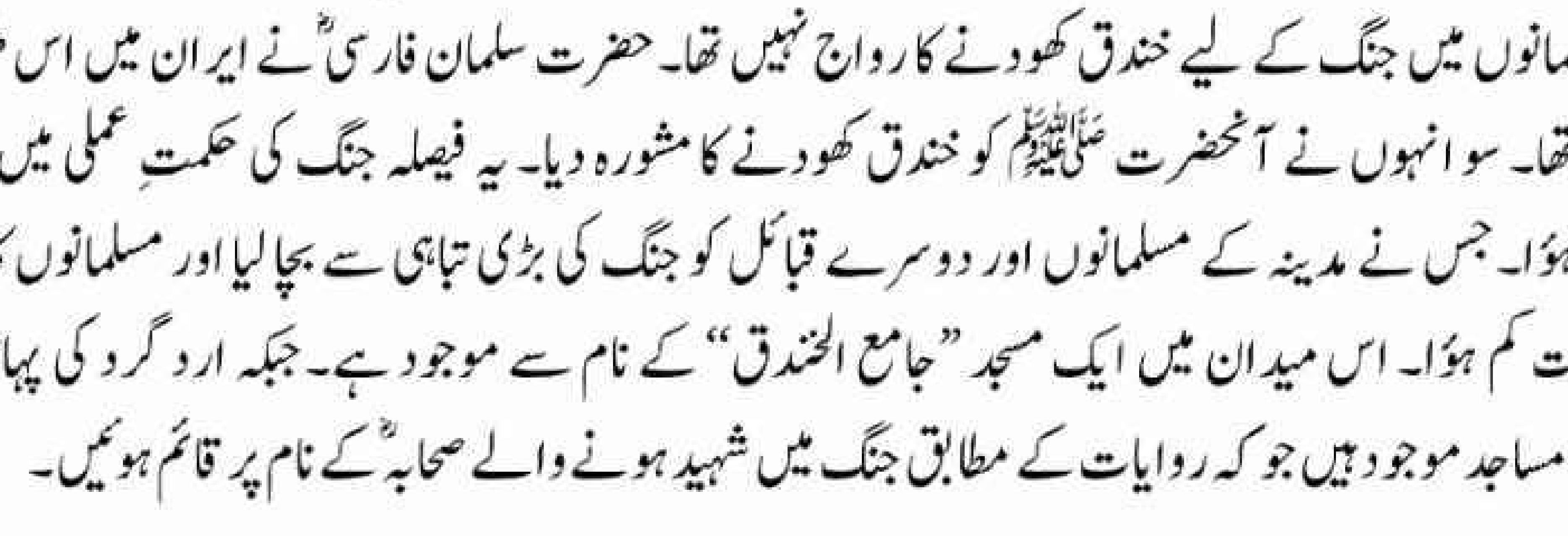

یہاں سے ہم اُحد کے میدان میں گئے۔ اُحد ایک بلند چٹیل پہاڑ ہے جس کے دامن میں جنگِ اُحد لڑی گئی ۔ یہاں آنحضرت ﷺ نے ایک درّے پر پچاس تیر انداز صحابہؓ کو مقرر فرمایا اور کسی حالت میں اس جگہ کو نہ چھوڑنے کی تاکید فرمائی۔ مگر جب دشمن میدان سے بھاگ گیا تو ان صحابہؓ میں سے اکثر نے یہ سمجھ کر کہ اب جنگ ختم ہو گئی ہے اس جگہ کو چھوڑ دیا۔ چنانچہ دشمن نے پلٹ کر وار کر دیا اور بہت سے صحابہؓ شہید ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ بھی زخمی ہوئے اور یہ افواہ پھیل گئی کہ خدانخواستہ آپ ﷺ کی شہادت ہو گئی ہے جس سے صحابہؓ کے حوصلے پست ہو گئے۔ یہ بظاہر شکست مسلمانوں کے لیے اللہ کی طرف سے ایک سبق تھا کہ کسی بھی حال میں نبی ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرنی۔ اسی میدان میں ایک قطعہ شہدائے اُحد کے قبرستان کا ہے جہاں حضرت حمزہؓ بھی مدفون ہیں۔

مسجدِ نبوی ﷺ کے ساتھ ہی جنّت البقیع واقع ہے جہاں بہت سے صحابہؓ، صحابیاتؓ اور اہل بیت کی قبریں موجود ہیں۔ مدینہ میں ایک اور اہم مقام ''مسجد قبلتین'' یعنی دو قبلوں کی مسجد ہے۔ روایت ہے کہ اِس مقام پر نماز کے دوران اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو قبلہ کا رُخ بیت المقدس سے خانہ کعبہ کی طرف پھیرنے کا حکم دیا تھا۔ اس طرح ایک نماز کی دو رکعتیں بیت المقدس کی طرف اور دو رکعتیں کعبۃ اللہ کی جانب ادا فرمائی گئی تھیں۔ یہاں ہم نے عصر کی نماز ادا کی اور یہاں سے مسجدِ قبا کا رُخ کیا۔

آنحضرت ﷺ نے جب مدینہ ہجرت کی تو قبا کے مقام پر اسلام کی پہلی مسجد کی بنیاد رکھی۔ بعد کے ادوار میں آنحضرت ﷺ کا یہ معمول تھا کہ ہر ہفتے آپ ﷺ مسجدِ قبا کا سفر کرتے اور یہاں دو رکعات نماز ادا کرتے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ)

ابنِ ماجہ میں روایت ہے کہ جو کوئی گھر میں وضو کر کے مسجدِ قبا میں نماز ادا کرے تو اسے عمرہ جتنا ثواب حاصل ہو گا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب اِقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیہا)

اگلے روز جمعہ کا دن تھا۔ ہم نے فجر کی نماز مسجدِ نبوی ﷺ میں ادا کی اور پھر ناشتے کے بعد ارد گرد کے بازار کا چکّر لگایا۔ وہاں سے جمعہ کی نماز کے بعد دوبارہ مسجدِ نبوی ﷺ میں آ گئے۔ یہاں مسجدِ نبوی کے بارے میں کچھ بیان کر دوں۔ یہ مسجد قبا کے بعد مدینہ میں دوسری مسجد تھی اور خانۂ کعبہ کے بعد اسلام کی سب سے مقدس مسجد ہے۔ آنحضرت ﷺ نے مدینہ کے دو یتیم بچوں سے ان کی زمین خرید کر یہ مسجد تعمیر کرنی شروع کی۔ آغاز میں یہی مسجد عبادت اور تعلیم و تربیت وغیرہ کے لیے استعمال ہوتی تھی۔

(سیرت خاتم النبیین۔ ایڈیشن 2018۔ صفحہ نمبر 301)

بعد کے ادوار میں اس مسجد کی وسیع پیمانے پر توسیع کی گئی۔ فتح خیبر سات ہجری کے بعد آپ ﷺ نے مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر اس مسجد کی از سر نو تعمیر کروائی۔ ولید بن عبد الملک کے دور میں ولید کے حکم سے عمر بن عبد العزیز نے جب مسجد نبوی ﷺ کی توسیع کی تو آنحضرت ﷺ کی جائے مصلیٰ، قبر شریف اور آپ ﷺ کے دو خلفاء حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی آخری آرام گاہ کو مسجد میں ہی شامل کر کے یہاں ایک محراب بھی بنوا دی۔ یہ مقام ریاض الجنّۃ کہلاتا ہے۔ جہاں سونے اور چاندی سے قرآنی آیات کندہ ہیں۔

(کتاب عمرہ اور حج از عبد الرشید آرکیٹیکٹ لندن۔ صفحہ نمبر 132 تا 135)

اس کے اوپر 1280ء میں ایک گنبد تعمیر کیا گیا جس کو 1837ء میں سبز رنگ کیا گیا تھا۔ (Green Dome - Wikipedia)

اس مسجد کے گیارہ دروازے ہیں۔ موجودہ توسیع کے بعد ایک شاندار مسجد بن گئی ہے جو مکمل طور پر ائیر کنڈیشنڈ ہے۔ ایک اندازے کے مطابق مسجد کے اندر اور صحن کو ملا کر اس میں دس لاکھ افراد کے بیٹھنے کی گنجائش ہے۔ اس مسجد کے دس (10) مینار ہیں جن پر قرآنی آیات اور اسمائے حسنیٰ کندہ ہیں۔

یہاں میں اپنے مدینہ کے قیام اور یہاں کے تاریخی مقامات کی سیر کا سلسلہ موقوف کرتی ہوں۔ ان شاء اللہ اگلی قسط میں مکہ مکرمہ کے سفر، عمرہ اور مکہ کے اہم مقامات کے بارے میں معلومات بہم پہنچانے کی کوشش کروں گی۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس سفر کی توفیق عطا فرمائے اور پیارے نبی آنحضرت ﷺ کے شہر کو دیکھنے کی سعادت نصیب کرے۔ آمین۔

پیاری ساجدہ

کس بستی میں جا بیٹھی ہو
جس بستی سے کوئی لوٹا نہیں
جس دیس کے قصے سنتے ہیں
پر اس کو کسی نے دیکھا نہیں
اک بات بتاؤ جان میری
دل چاہے تم سے ملنے کو
کچھ رہتی باتیں کرنے کو
کوئی حال تمہارا سننے کو
کہیں ساتھ اکٹھے چلنے کو
کبھی ہنسنے کو ، کبھی رونے کو
اور بے مطلب کی باتوں کو
کبھی دیکھنا ہو مکھڑا تیرا
اور ماتھا چوم کے کہنا ہو
"میری پیاری تم کیسی ہو"
کچھ بولو ناں بلبل میری
یہ سب اب کیسے ممکن ہے
تم کن باغوں میں چلی گئی
جہاں ہم جانے کب آئیں گے
جانے کب بیٹھیں گے مل کر
کب گیت ملن کے گائیں گے
پیاری میری، دل جان مری

اس دوری کا غم بے حد ہے
پر بیچ ہمارے سرحد ہے
تم اس دنیا میں شاد رہو
ہر دکھ سے بس آزاد رہو
تیرا حسن بڑھے ہر روز سدا
اوڑھے رب کی رحمت کی ردا
جو سوچ میں بھی نا آتی ہو
وہ وہ نعمت ہو تم کو عطا
تم کیا جانو پیاری میری
تم کتنی پیاری بیٹی تھی
تم بھائی کی تھی جان اگر
تو بہنوں کے جگر کا ٹکڑا تھی
تم کیا جانو پیاری میری
اخلاق تمہارے کی خوشبو
بکھری رہتی تھی ہر سو
تم پیار بانٹنے والی تھی
تمہیں پیارے رب کا پیار ملے
جو بے حد ، بے شمار ملے
جنت کی ہر بہار ملے
تو نے رب سے جو کچھ مانگا تھا
ہر نعمت سو سو بار ملے
جا اللہ تیرا حافظ ہو
وہ پیارا تیرا ناصر ہو

(آصفہ محمدی مرزا-Manchester East)

سورۃ النساء کی فضیلت

(ارفع یاسر۔Oxford)

قرآن پاک کو پڑھنے کے بہت سے فائدے ہیں۔ کہیں تو ہماری عملی اصلاح کے لیے بیش قیمت تعلیم کا فائدہ، کہیں علمی فائدے ہیں، کہیں انبیاء کے منہ سے نکلی ہوئی خدا کی سکھائی ہوئی بابرکت دعائیں ہیں، تو کہیں اسکو پڑھنے کی روحانی فضیلت اور برکت ہے۔ یہ وہ برکات ہیں جن کا ہمیں احادیث اور روایات سے پتا چلتا ہے۔ خدا کی ہستی تک پہنچانے والی یہی بابرکت کتاب ہے۔ اسی طرح سورۃ النساء کو پڑھنے کی بھی برکت اور فضیلت ہے۔

یہ سورت ہجرت کے تیسرے اور پانچویں سال کے درمیان نازل ہوئی۔ بسم اللہ سمیت اس کی ایک سو ستتر آیات ہیں۔ سورۃ النساء جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، عورتوں کے متعلق احکامات اور ان کے حقوق کی حفاظت کرتی ہے۔ اس سورت کو سمجھ کر پڑھنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کس طرح عورتوں کے حقوق کی بابت باریک در باریک نکات بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں کھول کر اور واضح بیان فرما دیے ہیں۔

بسم اللہ کے بعد اس سورۃ کی پہلی آیت اس لیے بھی خاص اہمیت کی حامل ہے کہ نکاح کے موقع پر جن آیات کی تلاوت کی جاتی ہیں ان میں سب سے پہلی یہی آیت ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴿۲﴾

اے لوگو! اپنے ربّ کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور پھر ان دونوں میں سے مَردوں اور عورتوں کو بکثرت پھیلا دیا۔ اور اللہ سے ڈرو جس کے نام کے واسطے دے کر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رِحموں (کے تقاضوں) کا بھی خیال رکھو۔ یقیناً اللہ تم پر نگران ہے۔

(اردو ترجمہ بیان فرمودہ خلیفۃ المسیح الرابع حضرت مرزا طاہر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ)

اسی طرح اس سورت میں مرد اور عورت کے مساوی حقوق کا ذکر ہے (آیت 125) مگر مرد کو قوام بنا کر اس پر عورتوں کی ضروریات کی ذمہ داری بھی عائد کی ہے (آیت 35) اور ایک مرد کو ایک سے زائد شادی کی اجازت دے کر پورے معاشرہ کو ہر حال میں تحفظ فراہم کر دیا ہے (آیت 4)۔

سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ نے جنگ کے بعد اٹھنے والے معاشرتی مسائل سے نبرد آزما ہونے کے لیے تعلیمات بیان کی ہیں اور یہ احکام عام حالات یا حالت امن میں بھی قابل عمل ہیں۔ اس میں بیواؤں اور یتیموں کے حقوق کا ذکر ہے کیونکہ جنگوں کے بعد اور امن کے دنوں میں بھی بیوہ اور یتیم بچے معاشرے کا وہ کمزور طبقہ ہوتے ہیں جن کو تحفظ کی ضرورت ہوتی ہے۔

قرآن کی اس سورت کی یہ ایک فضیلت ہے کہ اس میں وہ تعلیم ہے جو معاشرے کو عموماً اور کمزور اور بے سہارا طبقے کو خصوصاً سنبھال لیتی ہے اور زندگی کے ہر شعبے میں عدل و انصاف قائم کرتی ہے۔ آج کی ترقی یافتہ دنیا اور مستحکم حکومتیں جو کہ آنے والے کئی سو سالوں کی بھی تیاری رکھتی ہیں، مگر ان کے پاس معاشرے کو جنگ کی صورت میں سنبھالنے کی کوئی حکمتِ عملی یا لائحہ عمل ہرگز موجود نہیں ہے۔ دنیاوی ضروریات کی تو شاید حکمتِ عملی ہو مگر اصل اور حقیقی فلاح کے لیے ہاتھ خالی ہیں۔ یہ اسلام ہی کی بے عیب تعلیم کا امتیاز ہے کہ وہ معاشرہ کے از سر نو قیام کے لیے بھی راہنمائی کرتی ہے۔

بخاری کتاب التفسیر میں سورۃ النساء کی آیت نمبر 42 کے حوالے سے ایک نہایت پر اثر حدیث آتی ہے، پہلے اس آیت کے ترجمے کو دیکھتے ہیں:

"پس کیا حال ہو گا جب ہم ہر ایک امّت میں سے ایک گواہ لے کر آئیں گے۔ اور ہم تجھے ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔"
(اردو ترجمہ بیان فرمودہ خلیفۃ المسیح الرابع حضرت مرزا طاہر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ)

اس آیت کو پڑھتے ہوئے شاید ہم کئی بار گزر جاتے ہوں، مگر اب دیکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے دل پر اس آیت کا کیا اثر ہوا:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی ﷺ نے مجھے فرمایا: مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔ میں نے کہا: میں آپ ﷺ کو قرآن پڑھ کر سناؤں حالانکہ آپ ﷺ پر نازل کیا گیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں دوسرے سے قرآن کو سننا پسند کرتا ہوں۔ پھر میں نے آپ ﷺ کو سورۃ النساء پڑھ کر سنائی۔ جب یہاں پہنچا: اور ان کا کیا حال ہو گا جب ہم ہر ایک جماعت میں سے گواہ لائیں گے اور تجھے ان لوگوں کے متعلق (بطور) گواہ لائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بس کرو۔ میں کیا دیکھتا ہوں, آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔

(صحیح البخاری۔ جلد 10۔ صفحہ نمبر 192)

اس سے ہمیں آنحضرت ﷺ کے دل میں اپنی امت کے درد اور اپنے فرض کے احساس کی جھلک ملتی ہے۔ بیشک یہ ہمارے لیے ایک اعزاز ہے کہ آج وہی کتاب ہمارے ہاتھ میں موجود ہے۔ سورۃ النساء کی یہی آیات ہم بھی پڑھتے ہیں۔ ہم قرآن کو اپنے دلوں میں اتار کر، اس کو اپنی زندگی کی مشعل راہ بنا کر آنحضرت ﷺ کی اپنی امت کے لیے دعاؤں کے حقدار بن سکتے ہیں۔ بیشک یہ آیت بھی سورۃ النساء کی شان ہے۔

یہی وہ عظیم الشان سورت ہے جس میں خدائے بزرگ و برتر نے منعم علیہ (انعام یافتہ) گروہوں کی تفصیل بیان فرمائی ہے جن کا ذکر سورۃ الفاتحہ میں کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۞

اور جو بھی اللہ کی اور اِس رسول کی اطاعت کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے (یعنی) نبیوں میں سے، صدیقوں میں سے، شہیدوں میں سے اور صالحین میں سے۔ اور یہ بہت ہی اچھے ساتھی ہیں۔

(سورۃ النساء:70۔ اردو ترجمہ بیان فرمودہ خلیفۃ المسیح الرابع حضرت مرزا طاہر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ)

اس آیت کے علاوہ سورۃ النساء میں مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دلانے کے لیے مظلوم مسلمانوں کی دعاؤں کا بھی ذکر ہے:

۔۔۔۔۔۔رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۞

اے ہمارے ربّ! تو ہمیں اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنی جناب سے کوئی سرپرست بنا دے اور ہمارے لئے اپنی جناب سے کوئی مددگار مقرر کر۔

(سورۃ النساء:76۔ اردو ترجمہ بیان فرمودہ خلیفۃ المسیح الرابع حضرت مرزا طاہر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ)

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن پاک پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

پاگل خانہ / زبانی باتیں

(مریم مدثر۔Oxford)

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”میں ایک پاگل خانے گیا تو ایک پاگل کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ میں بادشاہ ہوں، مہدی ہوں، میں ساری دنیا کو فتح کر لوں گا۔ پھر ایک اور پاگل کو۔۔۔ دیکھا کہ کنکروں کا ڈھیر آگے لگا کر بیٹھا ہے اور اپنے تئیں خزانوں کا مالک سمجھ کر کہہ رہا ہے کہ تم لاکھ لے جاؤ، تم دس لاکھ لے جاؤ۔ اب اِن پاگلوں اور اس شخص میں کیا فرق ہے جو مومن ہونے کا مدعی ہے مگر عمل مومنوں والے نہیں کرتا۔ غرض جو صرف زبانی باتیں بنانے والا ہے وہ پاگل ہے۔ جس طرح پاگل کہتا ہے کہ میں بادشاہ ہوں، حکیم ہوں، طبیب ہوں۔۔۔ سلطان ہوں اور اس سے وہ سچ مچ بادشاہ وغیرہ نہیں بن جاتا، اسی طرح اگر کوئی شخص محض زبان سے کہتا ہے کہ میں مومن ہوں اور اس کے مطابق اس کے اعمال نہیں تو وہ اِن انعامات کا وارث نہیں ہو سکتا جو مومن کے لیے مقرر ہیں۔“

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ واقعہ بیان کر کے فرماتے ہیں:

”جو شخص کہتا ہے کہ میں مومن ہوں اور عمل ویسے نہیں کرتا وہ پاگل کی طرح ہی ہے“

(انوار العلوم۔ جلد اول۔ صفحہ نمبر 372)

اول پوزیشن مقابلہ اردو تقریر (+30)
بر موقع سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ 2024

(عائشہ شاہد۔Leicester)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب صدر اور معزز سامعات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کا موقع ملا ہے وہ ہے "آنحضرت ﷺ کا اندازِ تبلیغ ہمارے لیے مشعل راہ"

خلائق کے دِل تھے یقیں سے تہی
بتوں نے تھی حق کی جگہ گھیر لی
ضلالت تھی دنیا پہ وہ چھا رہی
کہ توحید ڈھونڈے سے ملتی نہ تھی
ہوا آپؐ کے دم سے اس کا قیام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

حاضرات!

ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ کی سیرت کا ہر پہلو اپنے اندر بے انتہا رعنائی اور دلکشی رکھتا ہے ایک جگمگاتے ہیرے کی طرح کہ جس کو کسی رُخ سے بھی دیکھا جائے اس کا حُسن ایک نئے انداز سے جلوہ دکھاتا ہے۔ تبلیغ اسلام تو ایسا موضوع ہے جو آپ ﷺ کی بعثت کا سب سے اہم اور بنیادی مقصد تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو براہِ راست مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ

اے رسول! اچھی طرح پہنچا دے جو تیرے رب کی طرف سے تیری طرف اُتارا گیا ہے

(سورۃ المائدہ:68۔ اردو ترجمہ بیان فرمودہ خلیفۃ المسیح الرابع حضرت مرزا طاہر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ)

حاضرات! اس ارشادِ خداوندی کا ملنا تھا کہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ فوری طور پر میدانِ تبلیغ میں اُتر پڑے۔ آپ ﷺ کی ساری زندگی پہ پھیلے ہوئے اِس جہاد کی تفصیل ایک کھلی کتاب کی طرح ہمارے سامنے ہے۔ چند پہلو اختصار کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کرتی ہوں۔

حاضرات!

رسولِ مقبول ﷺ کے اندازِ تبلیغ میں ایک بنیادی وصف ہمہ گیری اور جامعیت کا ہے۔ آپ ﷺ نے اس مقدس فریضہ کی ادائیگی کے لیے کوئی ایک ذریعہ نہیں بلکہ ہر ایک ذریعہ اختیار فرمایا۔

زبانی بھی آپ ﷺ نے تبلیغ کی اور تحریری بھی۔ انفرادی رنگ میں بھی پیغامِ حق پہنچایا اور اجتماعی صورت میں بھی۔ مردوں کو بھی مخاطب کیا اور عورتوں اور بچوں کو بھی۔ عوام الناس کو بھی دعوتِ حق دی اور بادشاہوں کو بھی۔ حالتِ امن میں بھی یہ جہاد جاری رکھا اور خوف وخطر کے عالم میں بھی۔ الغرض زندگی کے ہر مرحلے پر زندگی کے ہر نشیب و فراز میں جس مقدس ہستی نے تبلیغِ اسلام کے عَلَم کو ہر حالت میں بلند رکھا وہ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد ﷺ کی ذات ہے

حاضرات! رسولِ مقبول ﷺ کے اندازِ تبلیغ میں دُعا، برداشت، درگزر، اور یقین کامل جیسے اعلیٰ اوصاف تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جب طائف کے اوباش لڑکے آپ ﷺ کو پتھر مار مار کر لہولہان کر دیتے ہیں اور پہاڑوں کا فرشتہ آپ سے عرض کرتا ہے کہ اگر آپ حکم دیں تو یہ پہاڑ اس بستی پر اُلٹ دوں تو آپ ﷺ جواباً اُن کے حق میں دُعا فرماتے ہیں:

اگر کچھ لوگ آج اسلام پر ایماں نہیں لاتے!
خدائے پاک کے دامانِ وحدت میں نہیں آتے

مگر نسلیں ضرور ان کی اُسے پہچان جائیں گی
دَرِ توحید پر اک روز آ کر سر جھکائیں گی!

میں ان کے حق میں کیوں قہرِ الٰہی کی دعا مانگوں
بشر ہیں بے خبر ہیں کیوں تباہی کی دعا مانگوں

الٰہی فضل کر کہسارِ طائف کے مکینوں پر
الٰہی پھول برسا پتھروں والی زمینوں پر

(حفیظ جالندھری۔ شاہنامہ اسلام۔ صفحہ نمبر 178 تا 179)

حاضرات۔

یہ آپ کی دعا اور یقین کامل ہی تھا کہ سن 9 ہجری میں طائف میں بسنے والی یہ سنگدل قوم بھی نورِ اسلام سے منور ہو گئی۔ آخر میں میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آنحضرت ﷺ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے بہترین داعی اِلَی اللہ بننے کی توفیق عطا فرمائے۔
آمین

محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

جاننا اچھا ہے

سوال: لجنہ اماءاللہ اپنے گھر میں رہتے ہوئے معاشرے میں کیسے امن قائم رکھ سکتی ہیں؟

جواب: پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ اس ضمن میں فرماتے ہیں:

"ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ امن کی بنیاد گھروں سے شروع ہوتی ہے۔ پھر محلے، قصبے، شہر، ملک اور بین الاقوامی سطح تک اس کا دائرہ بڑھ جاتا ہے۔ پس ہر سطح پر جب ایک دوسرے کے جذبات اور حقوق کا خیال رکھا جاتا ہے تو امن قائم ہوتا ہے اور ہر طبقہ کی یہی تعلیم اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ذریعہ ہمیں دی۔ ہر طبقے کو یہ تعلیم آپ ﷺ نے دی۔"

(اختتامی خطاب جلسہ سالانہ جرمنی 2022)

(آنحضرت ﷺ اور امن عالم۔ صفحہ نمبر 13)

پھر آپ نے فرمایا:

"پس یہ پیغام ہے جو اپنوں اور غیروں کو دینا آج ہمارا کام ہے اور یہی دنیا کے امن کی ضمانت ہے۔ اور یہی وہ انقلاب تھا جو آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہؓ میں پیدا کیا اور عملی طور پر ایسی جماعت تیار کر دی جو اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (الفرقان: 64)، اور جب جاہل اِن سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ کہتے ہیں سلام، اس کا مصداق بنا دیا اور یہی وہ حالت ہے جب ہم میں پیدا ہو جائے اور ہم دنیا میں پیدا کر دیں تو ہمارا حال اور حاضر بھی امن میں ہو گا اور ہمارا مستقبل بھی امن میں ہو گا۔ پس حضرت مسیح موعودؑ کے ماننے والوں کا یہ بہت بڑا کام ہے کہ جنہوں نے اپنے گھروں اور اپنے ماحول میں بھی امن و سلامتی پیدا کرنی ہے اور دنیا میں بھی امن و سلامتی پیدا کرنی ہے۔ اور یہ کام اُسی وقت ہو گا جب ہمارے دل بھی خالص توحید سے پُر ہوں گے اور دنیا کو بھی حقیقی توحید کی طرف لانے والے ہوں گے۔"

(اختتامی خطاب جلسہ سالانہ جرمنی 2022)

(از آنحضرت ﷺ اور امن عالم صفحہ نمبر 24)

سوال: موجودہ حالات میں بڑھتے ہوئے "اسلاموفوبیا" کی روک تھام میں لجنہ اماءاللہ برطانیہ کیا کردار ادا کر سکتی ہے؟

جواب: حضور ایدہ اللہ تعالیٰ لجنہ اماءاللہ سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اس زمانے کی جنگ قلم کا جہاد ہے، لٹریچر کی تقسیم کا جہاد ہے، تبلیغ کا جہاد ہے۔ پس عورتوں کا کام ہے کہ تبلیغ میں بھرپور حصہ لیں اور اس روحانی ہتھیار سے لیس ہو جائیں جو تبلیغ کے لیے ضروری ہے۔ قرآن کا علم حاصل کریں۔ دینی علم حاصل کریں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب سے علم حاصل کریں۔ حدیث سے علم حاصل کریں اور اپنے اعلیٰ نمونے دکھا کر اپنی حالتوں کو اسلام کی تعلیم کے مطابق بنائیں۔"

(جلسہ سالانہ جرمنی 2023)

(الفضل انٹرنیشنل)

سوال: شدید رویوں کا جواب اسلامی تعلیمات کے مطابق کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں عباد الرحمٰن بندوں کی خوبی بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا

ترجمہ: اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی سے چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو (جواباً) کہتے ہیں "سلام"۔

سورۃ الفرقان: 64۔ اردو ترجمہ بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

سوال: سوشل میڈیا اور آن لائن پلیٹ فارمز کا مثبت استعمال کیا ہے؟

جواب: حضور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغام بنام لجنہ اماء اللہ ہالینڈ بر موقع سالانہ اجتماع 2024 میں فرماتے ہیں:

"آپ احمدیت کی سفیر ہیں جو دنیا کے سامنے اسلام کی حقیقت اور پُر امن تعلیمات کی نمائندگی کر رہی ہیں۔ تبلیغ میں مشغول ہوں، حضرت مسیح موعودؑ کے پیغام کو حکمت اور ہمدردی کے ساتھ پھیلائیں، امن، رواداری اور فہم و ادراک کے پیغام کو پھیلانے کے لیے جدید دور کے ذرائع جیسے سوشل میڈیا اور آن لائن پلیٹ فارمز کا استعمال کریں۔"

(الفضل انٹرنیشنل۔ حضور انور ایدہ اللہ کے خصوصی پیغام بر موقع لجنہ اماء اللہ ہالینڈ 2024 کا اردو مفہوم)

یہ کتاب بھی پڑھیں

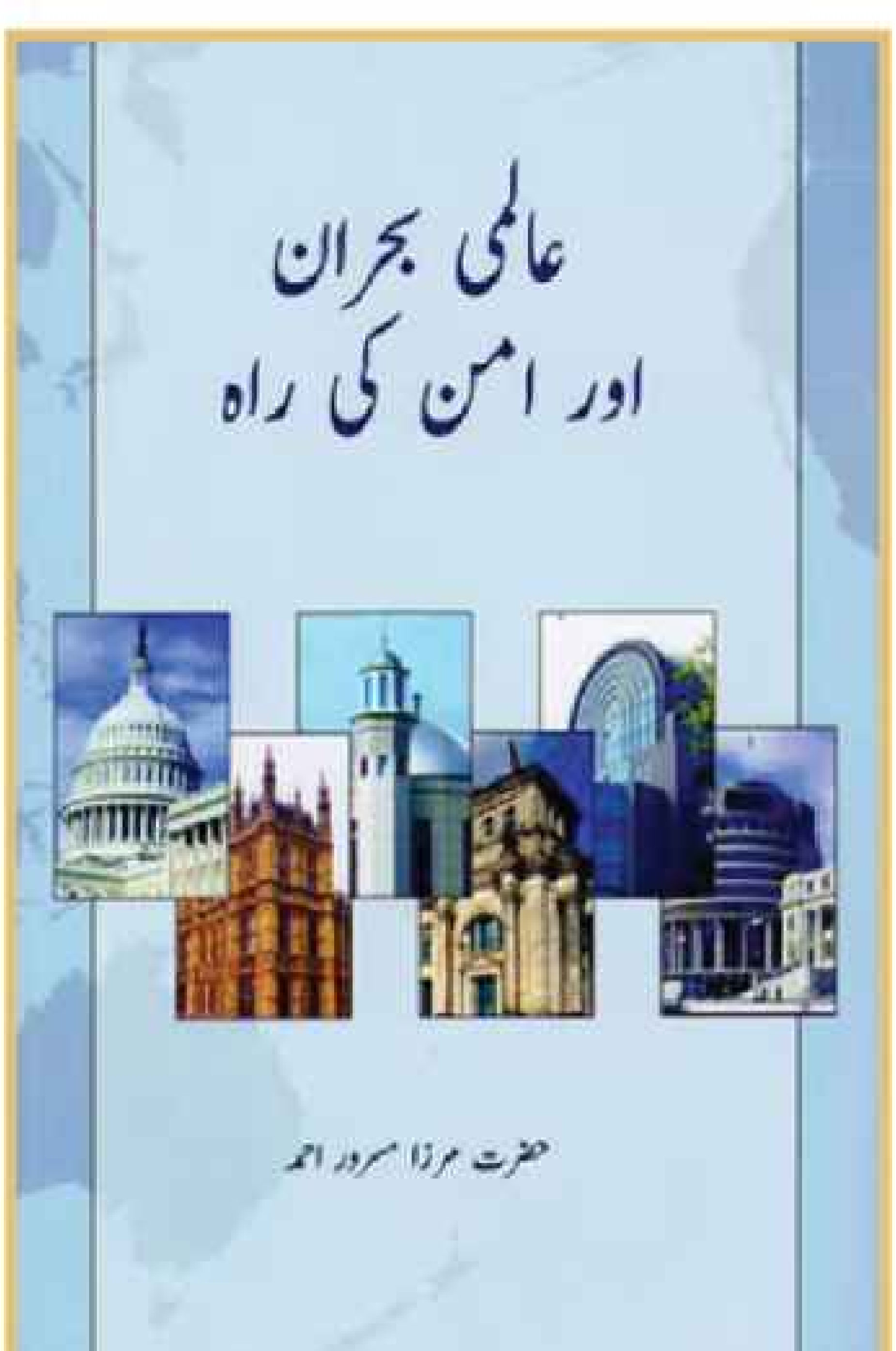

عالمی بحران اور امن کی راہ

خلیفۃ المسیح الخامس حضرت مرزا مسرور احمد، ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کے عالمی امن و سلامتی کے حوالے سے ارشاد فرمودہ منتخب خطابات اور عالمی راہنماؤں کے نام تحریر کردہ چند مکتوبات کو کتابی شکل میں پہلی بار 2012ء میں پیش کیا گیا۔ یہ کتاب انگریزی زبان میں "World Crisis and the Pathway to Peace" کے نام سے نہایت دیدہ زیب سرورق اور خوبصورت اندازِ طباعت کے ساتھ قریباً اڑھائی صد صفحات پر مشتمل تھی جو برطانیہ سے شائع ہوئی۔ زیر نظر کتاب ان خطابات اور مکتوبات کے اردو ترجمہ پر مشتمل ہے۔

مسکرانا چاہیے

ایک ہوائی جہاز کا صفائی کرنے والا کاک پٹ کی صفائی کر رہا تھا کہ اس نے پائلٹ کی سیٹ پر ایک کتاب دیکھی جس کا عنوان تھا: ابتدائیوں کے لیے پرواز کا طریقہ۔

اس نے کتاب کا پہلا صفحہ کھولا جہاں لکھا تھا:
انجن چلانے کے لیے سرخ بٹن دبائیں۔ اس نے ہدایات پر عمل کیا اور طیارے کا انجن چل گیا۔ یہ دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا۔

پھر وہ اگلے صفحے پر گیا جہاں لکھا تھا:
طیارے کو حرکت میں لانے کے لیے نیلا بٹن دبائیں۔ اس نے بٹن دبایا اور طیارہ حیرت انگیز رفتار سے حرکت کرنے لگا۔

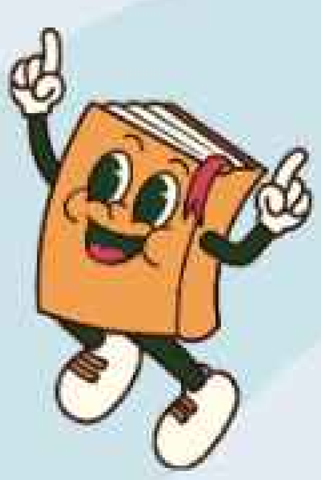

اب وہ طیارہ اڑانے کا خواہشمند تھا اس لیے اس نے تیسرا صفحہ کھولا جہاں لکھا تھا:

طیارے کو اڑانے کے لیے سبز بٹن دبائیں۔ اس نے بٹن دبایا اور طیارہ فضا میں بلند ہو گیا۔
وہ بہت خوش اور پُرجوش تھا۔

مگر مشکل تب شروع ہوئی!

20 منٹ کی پرواز کے بعد اس نے لینڈنگ کرنے کا سوچا۔ چنانچہ اس نے چوتھا صفحہ کھولا تاکہ ہدایات معلوم کرے۔ لیکن چوتھے صفحے پر لکھا تھا: لینڈنگ کا طریقہ جاننے کے لیے کتاب 2 خریدیں۔

سبق اور نصیحت:
کسی بھی کام کو مکمل معلومات کے بغیر نہ کریں، ادھورا علم خطرناک نہیں بلکہ تباہ کن ہوتا ہے!

ایک جھلک
لجنہ اماء اللّٰہ
برطانیہ کی
مصروفیات

لجنہ اماءاللہ برطانیہ کی مجلس شوریٰ (2024) کا کامیاب انعقاد

ماہ اکتوبر کی 12 اور 13 تاریخ کو لجنہ اماء اللہ برطانیہ کی 44ویں مجلس شوریٰ کا انعقاد ہوا۔ مجلس کا آغاز تلاوتِ قرآن پاک سے ہوا۔ محترمہ مریم چوہدری صاحبہ نے سورۃ الشوریٰ کی آیات 37 تا 39 کی تلاوت بمع انگریزی و اردو ترجمہ پیش کیا۔ عہد نامہ دہرانے کے بعد صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ برطانیہ محترمہ قرۃ العین عینی رحمٰن صاحبہ نے نمائندگان سے خطاب کیا اور بعد ازاں دعا کروائی۔

صدر صاحبہ نے خطاب میں کہا کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب صدر انجمن احمدیہ کے نظام میں اصلاحات اور ساتھ ہی جماعت میں آئندہ پیش آنے والے مسائل کے حل تلاش کرنے کے لیے باقاعدہ نظام کی ضرورت محسوس کی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپریل 1922 میں مجلس مشاورت کا نظام قائم کیا۔

صدر صاحبہ نے اس بات کی یاد دہانی کروائی کہ یہ وہی سال ہے جس میں لجنہ اماء اللہ کا قیام بھی عمل میں آیا تھا۔
صدر صاحبہ نے مزید کہا کہ مجلس مشاورت جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہے کہ اس کا کام مشورہ دینا ہے۔ یہ نظام حضرت رسول کریم ﷺ کے زمانہ سے ہی رائج ہے۔ آپ ﷺ قرآن پاک کے حکم وَاَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰى بَيۡنَهُمۡ (سورۃ الشوریٰ:39) کے مطابق ہمیشہ مومنوں سے مشوہ لیتے۔

جماعت احمدیہ میں مجلسِ شوریٰ کی ابتدا کے حوالے سے صدر صاحبہ نے بتایا کہ پہلی مجلسِ شوریٰ ماہِ اپریل کی 15 اور 16 تاریخ، سن 1922 کو تعلیم الاسلام کالج قادیان میں منعقد ہوئی۔ جس میں 52 بیرونی جبکہ 30 مرکزی نمائندگان نے شمولیت اختیار کی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مجلس کے لیے ہال کے شمالی جانب تشریف فرما تھے جبکہ ان کے سامنے نیم دائرہ کی شکل میں تمام نمائندگان بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 15 اپریل کی صبح، اپنی نوعیت کی اس پہلی مجلس سے خطاب کرتے ہوئے تفصیل کے ساتھ شوریٰ کی غرض و غایت اور اہمیت بیان کی۔ جس میں حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نمائندگان کو ہدایات دیتے ہوئے فرمایا کہ

1. سب سے پہلے اللہ سے دعا کریں کہ "الٰہی! میں تیرے لیے آیا ہوں، تُو میری رہنمائی کر۔ کسی معاملہ میں میری نظر ذاتیات کی طرف نہ پڑے۔"
2. زیر بحث معاملہ پر بہترین مشورہ دیں۔
3. واقعات کو مدِّ نظر رکھنا چاہیے اور احساسات کی پیروی نہیں کرنی چاہیے۔
4. جو رائے صحیح سمجھیں وہ دیں۔
5. وقت بچائیں اور جو بات پہلے بیان ہو چکی ہو اس کو نہ دُہرائیں۔

(ماخوذ از خطاباتِ شوریٰ۔ جلد اول۔ صفحہ نمبر 7 تا 12)

صدر صاحبہ نے حاضرینِ مجلس کو بتایا کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ 1922 سے 1960 تک مجالسِ شوریٰ میں بنفسِ نفیس شمولیت فرماتے رہے اور احبابِ جماعت کی رہنمائی فرماتے رہے۔ جو اس بابرکت مجلس کی اہمیت کا ثبوت ہے۔
(خطاباتِ شوریٰ۔ جلد اول۔ صفحہ نمبر ix)

صدر صاحبہ نے بتایا کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 1928 کی مجلس شوریٰ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:
"آج بے شک ہماری یہ مجلس شوریٰ دنیا میں کوئی عزت نہیں رکھتی مگر وقت آئے گا اور ضرور آئے گا جب دنیا کی بڑی سے بڑی پارلیمینٹوں کے ممبروں کو وہ درجہ حاصل نہ ہو گا جو اس کی ممبری کی وجہ سے حاصل ہو گا کیونکہ اس کے ماتحت ساری دنیا کی پارلیمینٹیں آئیں گی۔ پس اس مجلس کی ممبری بہت بڑی عزت ہے اور اتنی بڑی عزت ہے کہ اگر بڑے سے بڑے بادشاہ کو ملتی تو وہ بھی اس پر فخر کرتا۔ اور وہ وقت آئے گا جب بادشاہ اس پر فخر کریں گے۔"
(خطاباتِ شوریٰ۔ جلد اول۔ صفحہ نمبر 275)

صدر صاحبہ نے مزید کہا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 2022 میں مجلسِ شوریٰ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"شوریٰ نمائندگان کسی دنیاوی مقصد کے لیے اکٹھے نہیں ہوئے ہیں۔ ان کی شمولیت محض اپنے دین اور مذہب کی تبلیغ ہے۔ اس لیے آپ کو اپنی ذمہ داریاں نہایت سنجیدگی اور مکمل دیانتداری سے ادا کرنا ہوں گی۔ اگر آپ اس جذبہ سے شامل ہوں گے تو آپ کبھی نہیں سوچیں گے کہ صرف آپ ہی درست ہیں یا محض آپ ہی کی رائے کو دوسروں کی نسبت زیادہ اہمیت ملنی چاہیے۔ آپ دنیاوی سیاسی جماعتوں کی طرح حلقہ بندی نہیں کریں گے بلکہ آپ کو بحیثیت اس جماعت کا ممبر ہونے اور مجلس شوریٰ کا ممبر ہونے کے اس بات کا ادراک ہو گا کہ صرف ایک ہی جماعت ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ ہے۔" (https://www.alislam.org/updates/100-years-of-majlis-e-shura-understanding-its-real-purpose/)

اس کے بعد صدر صاحبہ نے مجلس شوریٰ کی کارروائی کے متعلق ضروری معلومات دیں اور ذیلی کمیٹیوں کی تشکیل کے بارہ میں ہدایات دیں۔ جس کے بعد متعلقہ شعبہ جات نے گذشتہ سال کی منظور شدہ تجاویز کے عملی نفاذ کے لیے کی جانے والی کوششوں اور لائحہ عمل پر مختصراً روشنی ڈالی۔

3 بجے نیشنل جنرل سیکریٹری صاحبہ نے امسال کی مسترد شدہ تجاویز اور ان کی وجوہات نمائندگان شوریٰ کے سامنے پڑھ کر سنائیں جس کے بعد 11 بج کر 50 منٹ پر ذیلی کمیٹیوں کی تشکیل کا مرحلہ شروع ہوا۔ نام پیش کرنے والی نمائندگان نے نہایت نظم وضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے ذیلی کمیٹیوں کے لیے نام پیش کیے۔ جب مجلس شوریٰ کی تینوں تجاویز پر غور کرنے کے لیے ذیلی کمیٹیوں میں سے ہر کمیٹی میں 30 نام تجویز ہو گئے تو مجلسِ شوریٰ کا پہلا اجلاس اپنے اختتام کو پہنچ گیا۔

نماز ظہر وعصر اور ظہرانے کے بعد 3 بج کر 30 منٹ پر دوسرے اجلاس کی کارروائی شروع ہوئی۔ جس میں ذیلی کمیٹی کی ممبرات مسجد بیت الفتوح میں مختلف مقامات پر تجاویز پر غور کرنے کے لیے چلی گئیں جبکہ طاہر ہال میں بقیہ نمائندگانِ شوریٰ کو صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ برطانیہ سے سوال وجواب کا موقع فراہم کیا گیا۔ ذیلی کمیٹیوں نے شام تک اپنی اپنی تجاویز پر

غور کر کے گزارشات تیار کیں جو دوسرے دن تمام مجلس کے سامنے پیش کی گئیں۔

مؤرخہ 13 / اکتوبر کی صبح 9 بجے مجلس شوریٰ کے دوسرے دن کی کارروائی کا آغاز قرآن پاک کی سورۃ المؤمنون کی آیات 1 تا 12 کی تلاوت مع اردو اور انگریزی ترجمہ سے ہوا۔ صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ برطانیہ نے عہد نامہ دہروایا اور دعا کروائی جس کے بعد ہر تین ذیلی کمیٹیوں کی چیئر پرسن اور سیکریٹری صاحبات نے کُل نمائندگانِ شوریٰ کے سامنے تجاویز پر مرتب کردہ سفارشات پیش کیں اور ممکنہ سوالات کے جوابات دیے۔ جس کے بعد حاضرین کی اعلانیہ رضامندی ہاتھ کھڑا کرنے کی شکل میں لی گئی۔ کارروائی کے آخر میں 12 بج کر 20 منٹ پر صدر صاحبہ نے نمائندگانِ شوریٰ سے خطاب کیا۔

صدر صاحبہ نے اپنے اختتامی خطاب میں حاضرین کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے نہایت وقار اور احترام سے شوریٰ کی کارروائی میں شمولیت اختیار کی اور اس کو اتنی ہی اہمیت دی جتنی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ کو توقع تھی۔

صدر صاحبہ نے کہا:
"ہم بہت خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام احمدیت پر بے شمار فضل کیے ہیں۔ آپ میں سے ہر ایک، اپنی منفرد صلاحیتوں کے ساتھ، اسلام کی تعلیمات کی تبلیغ کے لیے وقت اور وسائل وقف کرتا ہے۔ خواہ مختلف شعبہ جات کی ذمہ داریاں ہوں یا مقامی اور ریجنل مجالس کے اندر قائدانہ کردار۔ آپ کی کوششیں، قربانی اور لگن کی مثال قائم کرتی ہیں اور یہی لجنہ اماء اللہ کی تعریف ہے۔"

صدر صاحبہ نے خلافت اور امامِ وقت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہا کہ خلافت ایک ایسا مضبوط سہارا ہے جو ہمیں متحد رکھتا ہے، ہماری رہنمائی کرتا ہے، ہمارے لیے دعائیں کرتا اور غیر مشروط محبت کرتا ہے۔ حضور انور کی دانشمندی اور رہنمائی ہمارے اتحاد اور ترقی کی بنیاد ہیں۔ یہ رہنمائی اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ ہم اپنے مشن میں ثابت قدم رہیں۔ ان کی دعاؤں اور مدد کے ذریعے ہی ہمیں طاقت اور ہمت ملتی ہے، جس سے ہمیں چیلنجز کا سامنا کرنے اور اپنے روحانی مقاصد اور اجتماعی اہداف کو حاصل کرنے کی توفیق ملتی ہے۔

صدر صاحبہ نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے مجلسِ شوریٰ 2022 کے خطاب کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"بلکہ، اب سے، آپ کو اپنی روحانی اور اخلاقی حالت کو بہتر بنانے کے لیے مسلسل کوشش کرنی چاہیے۔ مزید برآں، آپ کو اپنی کوتاہیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو کر دعا کرنی چاہیے کہ جو بھی منصوبے بنائے گئے ہیں اور جنہیں بعد میں خلیفہ وقت نے منظور کر لیا ہے، ان پر بہترین طریقے سے عمل کیا جائے۔"

آخر میں صدر صاحبہ نے دعا کروائی کہ جو کچھ بھی ہم نے یہاں سنا ہے ہم اس پر عمل کرنے والے ہوں کیونکہ ہم پر صرف اپنی ہی نہیں بلکہ اپنی اولاد، رشتہ داروں اور اردگرد کے معاشرہ میں سے ہر ایک کی تربیت کی بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

(☆) اس شمارہ میں استعمال شدہ مشکل الفاظ کے معانی

صفحہ نمبر	الفاظ	معنی
6	مصدرِ خیرات	نیکیوں کا ذریعہ
6	دقائق	باریکیاں۔ نکتے
8	سلف و خلف	اگلے پچھلے
8	جلّ و علا	جلال والا اور بلند شان والا
10	تجبر	زبردستی
10	عصیان	نافرمانی، گناہ
15	تعزیر	سزا
15	مستحسن	پسندیدہ
17	ارتداد	پھر جانا، اسلام چھوڑ دینا
18	وضع	چال ڈھال، چلن
18	طعن آمیز	طنز سے بھرا ہوا

صفحہ نمبر	الفاظ	معنی
20	شماتت	کسی کے نقصان پر خوش ہونا
20	اعدا	دشمن
21	شکیب	صبر و تحمل
21	مشک تتار	تاتار کے علاقہ کی کستوری کی خوشبو
21	دمار	تباہی، ہلاکت
21	نفس دُوں	حقیر نفس
21	باران	بارش
21	ثمار	(ثمر کی جمع) پھل
22	مبرا	پاک، بری
22	تالیف	جوڑنا، جمع کرنا
24	کالعدم	نہ ہونے کی طرح

صفحہ 30 پر تصویر "بیت الرحمن مسجد، والنسیا، سپین" کی ہے۔

اعلان برائے
داخلہ جامعہ احمدیہ یوکے 2025ء

جامعہ احمدیہ یوکے کی درجہ ممہدہ کیلئے داخلہ ٹیسٹ (تحریری امتحان وانٹرویو) 01اور02جولائی 2025ء کو انشاء اللہ جامعہ احمدیہ یوکے میں ہو گا۔ داخلہ ٹیسٹ میں شمولیت کے قواعد حسب ذیل ہیں:۔

تعلیمی معیار

جامعہ احمدیہ یوکے میں داخلہ کیلئے درخواست دہندگان میں سے A-Levels کا فائنل امتحان پاس کرنے والوں کو ترجیح دی جائے گی۔

درخواست دہندہ کیلئے A-Levels کے فائنل امتحان میں کم از کم تین مضامین میں B گریڈ اور جی سی ایس ای (GCSE) کے مضامین میں 8 اور 9 گریڈ ہونا ضروری ہے۔ BTEC کے طریق تعلیم میں پاس کیا ہوا امتحان جامعہ احمدیہ یوکے میں داخلہ کیلئے قابل قبول نہیں ہو گا۔

عمر

جی سی ایس ای (GCSE) پاس کرنے والے طالب علم کی زیادہ سے زیادہ عمر 17 سال اور اے لیولز

(A-Levels) پاس کرنے والے طالب علم کی زیادہ سے زیادہ عمر 19 سال ہونی چاہیئے۔

میڈیکل سرٹیفیکیٹ

درخواست دہندہ کی صحت کے متعلق ڈاکٹر (GP) کی طرف سے میڈیکل سرٹیفیکیٹ انگریزی زبان میں درخواست کے ساتھ منسلک ہونا چاہیئے۔

تحریری ٹیسٹ وانٹرویو

درخواست دہندہ کا ایک تحریری ٹیسٹ اور ایک انٹرویو ہو گا۔ جس میں سے ہر دو میں پاس ہونا لازمی ہے۔ انٹرویو کیلئے صرف اسی کینڈیڈیٹ کو بلایا جائے گا جو تحریری ٹیسٹ میں کامیاب قرار پائے گا۔ تحریری ٹیسٹ اور انٹرویو کیلئے قرآن کریم ناظرہ، وقف نو سلیبس اور انگریزی و اردو زبان لکھنا، پڑھنا اور بولنا بنیادی نصاب ہو گا۔ تاہم ترجمہ قرآن کریم، احادیث نبوی ﷺ، کتب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور عام و دینی معلومات کے بارہ میں بھی کینڈیڈیٹ کا اس طور پر جائزہ لیا جائے گا کہ ان چیزوں میں بھی اس کا مناسب حد تک علمی رجحان موجود ہے کہ نہیں۔

درخواست دینے کا طریق

درخواست، متعلقہ درخواست فارم پر درج ذیل دستاویزات کے ساتھ ہی قابل قبول ہو گی، نامکمل درخواست پر کارروائی نہیں کی جائے گی:

۱۔ درخواست فارم مع تصدیق نیشنل امیر صاحب۔
۲۔ درخواست دہندہ کی صحت کی بابت میڈیکل سرٹیفیکیٹ (بزبان انگریزی)۔
۳۔ جی سی ایس ای / اے لیولز کے سرٹیفیکیٹ کی مصدقہ نقل۔ نتیجہ کے انتظار کی صورت میں سکول یا ٹیوٹر کی طرف سے متوقع گریڈز (Projected Grades) پر مشتمل خط۔
۴۔ پاسپورٹ کی مصدقہ نقل۔
۵۔ درخواست دہندہ کی ایک عدد پاسپورٹ سائز فوٹو۔
۶۔ درخواست دہندہ کے برتھ سرٹیفیکیٹ کی مصدقہ نقل۔

متفرق ہدایات

۱۔ درخواست میں کینڈیڈیٹ کے نام کے سپیلنگ وہی لکھے جائیں جو پاسپورٹ میں درج ہیں۔
۲۔ مصدقہ درخواست جامعہ احمدیہ یوکے میں 30 مئی 2025ء تک پہنچنی لازمی ہے، اس کے بعد موصول ہونے والی درخواستوں پر کارروائی نہیں کی جائے گی۔
۳۔ جامعہ احمدیہ یوکے کا ایڈریس درج ذیل ہے:۔

Jamia Ahmadiyya UK
Branksome Place
Hindhead Road
Haslemere
GU27 3PN

Tel: +44(0)1428647170
+44(0)1428647173
(Zaheer Khan) Mob: +44(0)7988461368
Fax: +44(0)1428647188

۴۔ رابطہ کیلئے جامعہ احمدیہ کے اوقات سوموار تا ہفتہ صبح آٹھ بجے سے دوپہر دو بجے تک ہیں۔
(پرنسپل جامعہ احمدیہ یوکے)